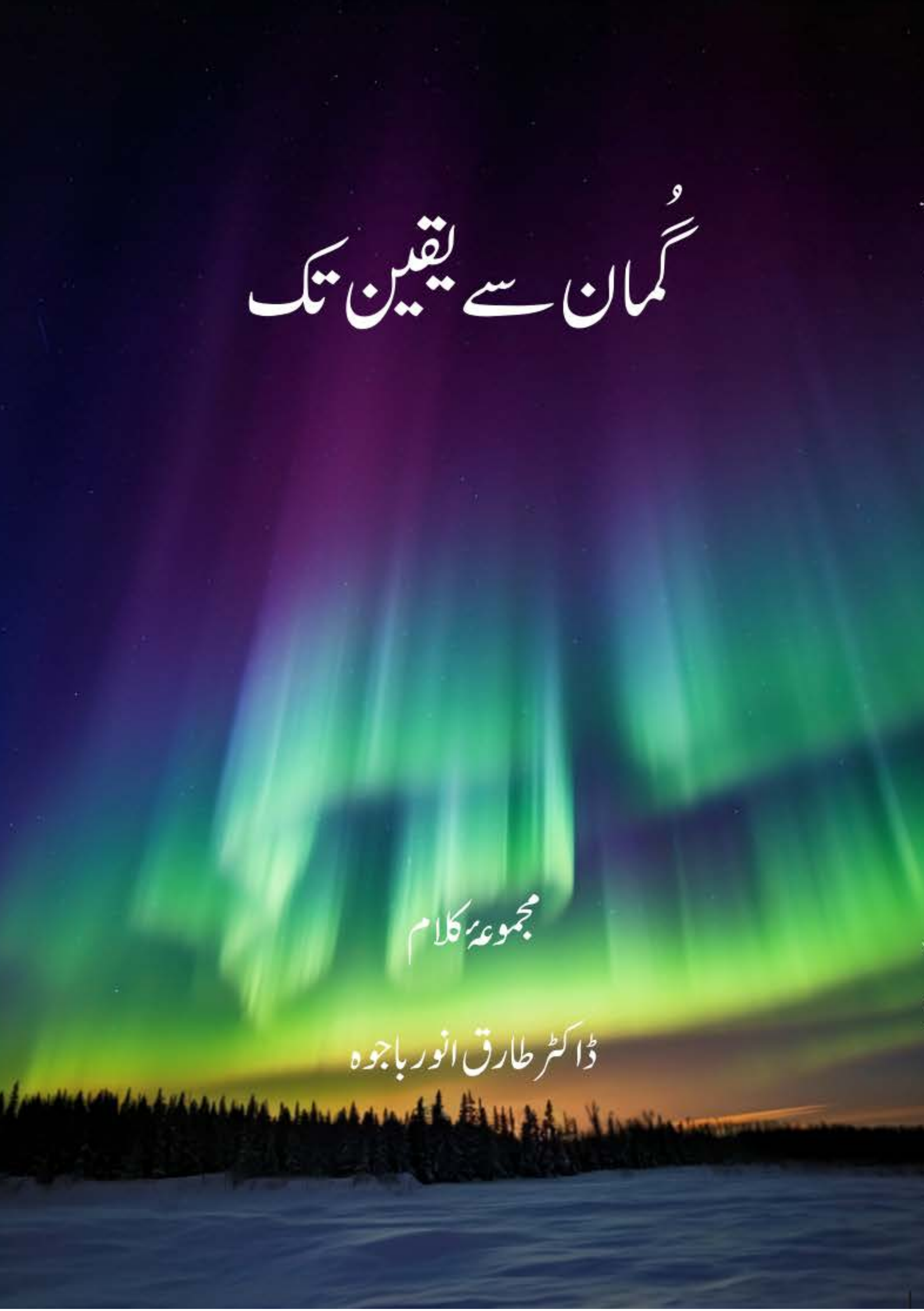


گُمان سے یقین تک

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

گُمان سے یقین تک

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : گُمان سے یقین تک

﴿کلام جنوری سنہ ۲۰۲۴ تا مارچ سنہ ۲۰۲۴﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۴

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ بفضلِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

انتساب

اللہ کے سارے نیک بندوں کے نام

قطعہ

نکال لائیں گہر ، تہہ میں ہوں جو پوشیدہ
مشاہدات سمُندر ، سخن وروں کے ہیں

سخن شناس رہے خال خال دنیا میں
ملے یہاں پہ تو آثار ، مقبروں کے ہیں

••••••••

حسنِ ترتیب

محترم طفیل عامر صاحب

شاعر پر ایک ذاتی نظر

جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ ٹکڑوں میں ذہن میں آتا ہے اکٹھا ہو تو مربوط طریقے سے وہ لکھا جائے۔

میں جب پڑھتا ہوں مختلف شعراءِ کرام کے اشعار میں جنون کا لفظ، وحشت کا، صحرا کا
اور مجھے یقین ہوتا ہے کہ نہ کبھی ان کو جنون ہوا ہے نہ وحشت
ہوئی ہے وہ اس کیفیّت سے گزرے ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے صحرا دیکھا ہے، چھاننا تو دور کی بات ہے اور نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وہ اشعار کبھی دل میں نئیں اترتے، نہ ہی ان کا کوئی اثر ہوتا ہے

آدمی جس کیفیّت میں ہو وہ کیفیت جو بھی ہو اس کا جب اظہار ہو گا، سچی کیفیت ہو تو سچا اظہار ہو گا اور جو جو بولے گا جو لکھے گا اس سے وہ کیفیت ظاہر و باہر ہو گی۔ لیکن اس کو بھی وہی سمجھے گا جس کو ان کیفیتوں کا ادراک ہو گا اور ادراک تو ہوتا ہے جب خود اس سے گزرا ہو کسی نہ کسی حد تک آدمی خوش ہو صحیح معنوں میں تو وہ لاکھ چھپائے

اپنی خوشی کو، نہیں چھپ سکتی وہ اس کے انگ انگ سے وہ پھوٹتی ہے، لفظ لفظ سے وہ پھوٹتی ہے۔ اس کا چہرہ بتا رہا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں بتا رہی ہوتی ہیں۔ اس کے بس میں نہیں ہوتا کہ اس کو چھپا سکے قدرتی بات ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی غمزدہ ہے صدمے میں ہے تو لاکھ وہ مسکرائے قہقہے لگائے وہ بات نہیں بنتی پتہ چل جاتا ہے وہ نہیں چھپا پاتا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کہ دونوں کیفیات دونوں حالتیں سچی ہیں۔ اس لیے۔ سچ کا اثر تو ہوتا ہے نا! وہ سچ تو دل میں اترتا ہے۔

میں نے محترم طارق انور باجوہ صاحب جو کہ پیشے کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر ہیں اور نو عمری میں انہوں نے کوئی نظم یا غزل کچھ کہا تو پھر دانستہ اس کو ترک کر دیا روک دیا کہ اصل جو میری منزل میرا مقصودِ حیات ہے وہ میری تعلیم ہے خاص طور پر یہ میڈیکل کی تو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو، اُس کو فوقیت دو تو بہ فضل اللہِ تعالیٰ وہ کامیاب و کامران رہے اپنی اس تعلیم میں۔ آگے پھر ایم بی بی ایس کرنے کے بعد انہوں نے پریکٹس کی پھر وہ بیرونِ ملک گئے وہاں انہوں نے ایف آر سی ایس کیا اور یہ جو تین چار سال میں ہوتا تھا ان کا ڈیڑھ پونے دو سال میں ہو گیا۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور چلتے چلتے پھر انہوں نے دیکھیں کہ غالباً نویں دسویں جماعت میں پڑھتے تھے جب خلافت کی زبان سے انہوں نے وقف کا لفظ سنا تو اسی وقت انہوں نے عہد

کر لیا کہ ہاں میں نے وقف کرنا ہے اور خدمت کرنی ہے۔ یہ قدرت کروا رہی تھی یہ ویسے حیرت والی بات ہے کہ اس ٹین ایج والی عمر میں آدمی یہ سوچ لے اور یہ ارادہ کر لے۔ یہ بہت کم ہوتا ہے، ہوتا تو ہے لیکن وہ بڑے نصیبوں والے ہوتے ہیں میری دانست میں۔ مجھے کیوں نہیں ہوا یہ! اور پھر جب انہوں نے تعلیم مکمّل کر لی، ہاؤس جاب وغیرہ ہو گیا، ڈاکٹر پوری طرح بن گئے تو پھر وہ کسی افریقی ملک میں چلے گئے تین سال وقف کر کے خدمت کی۔ وہ جو بات نویں دسویں میں ان کے دل میں اٹھی تھی پھر اس کو پورا کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔

کرتے کرتے پھر وہ ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چیز عود آئی جو ان میں قدرتی طور پر تھی۔ یہ ودیعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ صلاحیّتیں ساری اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ان میں سے یہ شعر کہنے کی صلاحیّت بھی ایک ہے۔ اگر اس کا تعلق پڑھے لکھے ہونے سے ہو تو ہر پڑھا لکھا شاعر ہو جبکہ ایسا نہیں اور اس کا پڑھنے لکھنے سے بھی معاملہ نہیں۔ بالکل جن کو چِٹّا ان پڑھ کہا جاتا ہے پنجابی میں وہ کمال کے شاعر ہیں جن کو الف بے کا پتہ نہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہوتی ہے۔ رہ گئی تعلیم کی بات تو زمانہ تعلیم دیتا ہے ان کو۔ وہ جو چِٹّے ان پڑھ ہوتے ہیں۔ ان کا دماغ ہوتا ہے، آنکھیں

ہوتی ہیں احساسات ہوتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں، پھر اپنے لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں۔

تو پھر وہ آمد شروع ہو گئی ریٹائرمنٹ کے بعد، غیر معمولی ہوئی اور ہو رہی ہے۔

روزانہ ایک غزل ہونا یا کسی اور موضوع پر کچھ کہنا جیسے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید رضی اللہ عنہ کی بابت جو واقعہ ہوا اس کو انہوں نے منظوم کیا۔ اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ تو پھر وہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ تو اب یہ غیر معمولی بات ہے ہر روز کچھ نہ کچھ ہونا یہ۔

میرا ان سے تعارف ۲۰۰۲ میں ہوا ملاقات نہیں ہوئی۔ ان سے میری ملاقات ہوتی ہے ۲۰۱۹ میں۔ ادب کے حوالے سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ پہلی ملاقات طے تھی۔ یہ میرے پاس آئے طے شدہ ملاقات کے تحت لیکن مجھے کہیں جانا پڑ گیا۔ یہ سفر کر کے آئے تھے اور بذریعہ ریل گاڑی آئے تھے۔ میری ملاقات غالباً تین منٹ کی ہوئی ہو گی کھڑے کھڑے۔ تو ان کا جو ردِّ عمل تھا میں تو اسی کی بنیاد پر گرویدہ ہو گیا تھا، متاثر کُن تھا۔ خیر اس کے ایک ہفتے بعد دوبارہ ملاقات ہوئی اور میں خود ان کے ہاں گیا اور وہ پہلی ملاقات تھی میری۔ ہم غالباً ٹھیک طرح وقت یاد نہیں لیکن دو

اڑھائی گھنٹے یا شاید تین گھنٹے تک ہم دونوں بیٹھے باتیں ہوئیں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے پیار تو اسی دن ہو گیا تھا اس پہلی ملاقات میں اور اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا۔

وہ جو کہتے ہیں فون پر ایک ادبی گروپ "گلستانِ احمد" میں بھیجتے ہیں اور مجھے الگ سے بھی بھیجتے ہیں اور احباب کو بھی بھیجتے ہوں گے میرا قیاس ہے پتہ نہیں۔ پوچھا نہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ ایک ایک شعر پڑھتا ہوں۔ بعض دفعہ دو دفعہ پڑھتا ہوں پھر جو سمجھ میں آئے وہ بیان بھی کرتا ہوں۔ اس میں سے جو قابلِ قبول ہو وہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔

اگر میں ان سے ملا نہ ہوتا، ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ ہوتا تو جس یقین سے میں بات کر رہا ہوں اور جو ادراک مجھے ہوا ہے یہ شکل نہ ہوتی یہ یقین نہ ہوتا۔

خلافت سے محبّت، سلسلہ کی تعلیم کا مطالعہ، عملاً جاں نثاری کی کیفیّت، یہ وہ چیزیں ہیں جو ان کی شاعری میں ہیں۔ جو شخص کسی کیفیّت میں سے گزرا نہیں اس کو وہ بیان کیا کرے گا۔

طفیل عامر

لندن

☆

محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی کتاب "گمان سے یقین تک" کی اشاعت پر میں انہیں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نہایت خوشی کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے بہت تھوڑے وقت میں بہت زیادہ دلوں میں جگہ بنائی ہے اور ادبی محفلوں میں بڑی چاہت اور محبت سے بلائے جاتے ہیں آپکی شاعری میں خلافت سے محبت اور عقیدت جابجا نظر آتی ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے گزشتہ

تین سالوں میں بارہ شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جو یقینا حیرت انگیز اور قابل تحسین بات ہے۔

اللہ تعالی محترم ڈاکٹر صاحب کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور ہم ان کے شاداب کلام سے یونہی فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین

مبارک صدیقی

لندن

☆

محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی تیرھویں تصنیف ''گمان سے **یقین تک**''کا مسوّدہ موصول ہوا۔ بہت ممنون اور شکر گزار ہوں۔

مولانا روم رح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے حرفِ ''کُن''کا اعجاز ہے کہ پوری کائنات کے ادباء، شعراء اور دانش ور اللہ کے نام کی روشنی کو مسلسل پھیلانے کا فریضہ ادا کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب محترم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اُن کی بصیرت روحانیت کے اندر جھانکتی ہے اور ان کی بصارت دہر کے مشاہدہ میں غرق رہتی ہے اور نتیجتاً ''گمان سے یقین تک''جیسا خوبصورت تحفہ ہمیں عطا ہوتا ہے۔

محترم رئیس الدّین رئیس علیگ کے اس شعر پر ڈاکٹر طارق انور صاحب کی تخلیقات پوری اترتی ہیں۔

کسی بھی لفظ کا جھکنے دیا نہ سر میں نے
قلم کو تیغ بنایا کبھی سپر میں نے

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ آمین

دعا گو

ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے

ٹیلفورڈ۔ شراپشائر، ۔یو کے

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا تیرہواں شعری مجموعہ ''گُمان سے یقین تک'' پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔اس سے پہلے میرے بارہ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی،اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداًفرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکرگزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب ''لبِّ لباب'' کی ابتدا میں ،میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوادی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھادی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کردی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے

خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمدللہ

"لبِّ لباب" میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "باز گشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں "مجموعہ سرنامۂ نور" میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ "ایک اور ایک گیارہ" اکتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ " بَرشِگالِ نُور" ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل

ہے۔ اور یہ مجموعہ جنوری سنہ ۲۰۲۴ سے لے کر مارچ سنہ ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی ان کا منظور کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب کا پچ نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ای خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔ لندن

۳۱ مارچ ۲۰۲۴

حمدِ باری تعالیٰ

اے خدا ، اے مرے محسن ، اے مرے پیارے سجن
تجھ سے ملنے کی تڑپ، کیسی ہے یہ دل میں لگن

حسن و احسان ترا دیکھ کے واری جاؤں
تجھ پہ قربان ہوا جائے مرا تن، من، دھن

ذرّہ ذرّہ تری قدرت کا ہے شہکار بنا
دیں گواہی تری، گردش میں جو اجرامِ کُہن

تجھ پہ شاہد ہیں فلک، چاند، ستارے، سورج
تیری تخلیق زمیں، دشت و چمن، کوہ و دمن

آنکھ بینا ہو تو ہر سمت دکھائی تُو دے
شرک سے پاک نظر آتا ہے تیرا مسکن

میری خوراک کا ساماں ہے میسّر ان میں
بحر و بر، دشت و جبل سارے ہیں گویا مخزن

کیا درختوں میں نہاں آگ نظر آئے کبھی؟
جیسے پانی میں ہی پوشیدہ رہے روحِ بدن

زندگی کی ہوئی بنیاد تو مٹّی، پانی
خاک کا پُتلا ہوا نور سے جگ مگ روشن

ایک نقطے سے کہیں زیست کا آغاز ہوا
نفسِ واحد سے کیے پیدا سبھی مرد و زن

مرد کے کاندھے پہ ڈالا ہے سنبھالے اس کو
اور تخلیق کا مرکز ہوا عورت کا بطن

پھول رنگینی سے، خوشبو سے بلائے اس کو
بیج پھیلائے کوئی بھونرا یہ کرتے ہیں جتن

گھومتا پھرتا ہے اس میں جو ملا اس کو مدار
دائرہ جس کا ہے جتنا وہ اسی میں ہے مگن

جس کو فرصت ہو ذرا غور سے دیکھے اس کو
کیسے مل جاتا ہے چوپائے سے انساں کو لبن

جلوۂ حسن تو ہر سمت نظر آتا ہے
لحنِ داؤدی جہاں سے ہے وہیں کام و دہن

ان گنت تیرے ہیں احسان نہ ہو ان کا شمار
حمد ہو تیری بیاں کیسے ہے محدود سخن

(مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 29 فروری 2024ء)

•••••••••••

حمدِ باری تعالیٰ

سبق جو فطرتاً توحید کا سکھایا ہے
تو کائنات کو بھی رہنما بنایا ہے

رہے نہ کوئی بھی امکان تیری دوئی کا
نہ تیرا آئینے میں عکس ہے ، نہ سایہ ہے

کہاں تھی وسعتِ دل کے سوا جگہ تیری
اسی لئے ترا جلوہ یہاں بسایا ہے

جو تیرا قرب میسّر ہے آدمی کو بتا
کہیں جہاں میں کسی اور نے بھی پایا ہے

کبھی نظر تری رحمت کی پڑ ہی جائے گی
یہ تیرا بندہ ، ترے آستاں پہ آیا ہے

نہیں ہے دولتِ دنیا سے کچھ غرض مجھ کو
کہ تیری یاد مری عمر بھر کی مایا ہے

وصال ہو ترا ، راضی تُو مجھ سے ہو جائے
مجھے گناہوں سے اس شوق نے بچایا ہے

ترے حضور میں طارقؔ کی حاضری تو ہو
یہ تیرے سامنے سجدوں میں سر جھکایا ہے

•••••••••••

حمدِ باری تعالیٰ

یہ زمین آسمان اس کے ہیں
بلکہ سارے جہان اس کے ہیں

روح اس در پہ سجدہ ریز رہے
اپنا دل ، جسم و جان اس کے ہیں

کوہ و دریا ستارے شمس و قمر
سارے روشن نشان اس کے ہیں

ہم جو آئے یہاں پہ تھوڑی دیر
یہ تو سب امتحان اس کے ہیں

حمد پوری ہے اس کی ناممکن
ہم بھی تو ہم زبان اس کے ہیں

کیا بشر، کیا شجر ، زمان و مکاں
سب ہی رطب اللّسان اس کے ہیں

میکدے میں جو آئے ہیں ساقی
سارے ہی ترجمان اس کے ہیں

تُو جو اُس کا ہو ، تیرے ہو جائیں
جو زمان و مکان اُس کے ہیں

کون آتا ہے، کون جاتا ہے
فیصلے تو مہان اُس کے ہیں

رابطے کا ہیں اک ذریعہ وہ
جو مَلَک درمیان اس کے ہیں

طارق آئے جو آسماں سے پیام
وہ تو سارے بیان اس کے ہیں

••••••••

حمدِ باری تعالیٰ

تحقیق کرنے والے بھی کرتے ہیں اعتراف
اس کائنات میں کوئی دِکھتا نہیں شگاف

دعوٰی ہے خود بخود بنے ارض و سما مگر
اب حق کے سامنے تو ٹھہرتی نہیں یہ لاف

قرآں نے جو بھی علم دیا کائنات کا
ہر نقطہ جو بتایا ہے، ثابت ہوا وہ صاف

اپنا میں نقطۂ نگہ سمجھاؤں بھی تو کیا
جو بات بھی کروں اُسے مجھ سے ہے اختلاف

قائل نہیں جو آج ، کل ایمان لائیں گے
مانیں اسے جو بڑھ رہا ہے ان کا اب گراف

دیکھا جو حسن اس کا وہیں پر ہیں مر مٹے
آنکھوں سے ہٹ گئے ہیں پڑے جو رہے غلاف

دل اس کی یاد میں یہ تڑپتا ہے کس لیے
کہتے ہیں لوگ ہو گیا ہے عین شین قاف

طارقؔ اسی کے حسن سے گھائل ہوئے ہیں سب
کر دے جو لغزشیں بھی ہماری ، ہمیں معاف

....

ہستی باری تعالیٰ

اُس کی ہستی کے بارے اٹھاؤ سوال
نقش فطرت میں ہے ، ڈھونڈتے ہو جمال
اپنی کوشش سے کیسے پہنچ پاؤ گے
فضل اس کا ہوا تو وہ مل جائے گا
سو ضروری ہے کچھ کام ایسے کرو
تم سے راضی ہو ، رحم اس کا تم کھینچ لو

اُس کو قادر اگر تم خدا مان لو
حسن اور اس کے احسان کو جان لو
عالمیں کا وہ رب ہے وہ رحمان ہے
اس کی رہ میں جو کوشش کرے تو رحیم
ہے وہ مالک سو اک دن وہ لے گا حساب
ہے صفت اس کی ہر ایک رحمت کا باب

اس کو اِخلاص سے پائے کر کے دُعا
اس کے احکام پر پھر عمل وہ کرے
اس کی رہ میں جو کوشش کرے ڈھونڈ لے
اس کے در پر جھکے اس کو سجدے کرے

ذات پر اپنی ، خود وہ دلائے یقیں
شرط ہے استقامت کا رستہ مبیں
ہاں وہ رستہ ، پڑے جس پہ انعام ہیں
پائیں دل ، جن پہ ہوتے پھر الہام ہیں
کشف پاتے ہیں وہ ، قلب تنویر ہو
ان پہ ظاہر جو قرآں کی تفسیر ہو

ہے غضب جن پہ اترا ، انہیں چھوڑ دیں
مت چلیں ساتھ ، بھٹکے جو اس راہ سے

اس کو اِخلاص سے کوئی ڈھونڈے اگر
اپنی محنت کا پائے گا بے شک ثمر
ذات پر اس کی سب سے یہ بڑھ کر دلیل
خود کو کر دے ، عیاں ذاتِ ربِّ جلیل

....

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

" بھیج درود اس محسن پر تُو دن میں سو سو بار "

"پاک محمد مصطفٰے ، نبیوں کا سردار ﷺ"
خیرہ کر دے چہرہ ، دل پر ، نازل ہوں انوار

اُس کے آگے موسٰی، عیسٰی کھڑے ہوئے لاچار
سب سے اونچا تخت اسی کا ، آئے نبی ہزار

اس پر بھیج درود ، دعا کر ، ہو گی عرش کے پار
روک سکے گی اس کو کیونکر پھر کوئی دیوار

وہ ناؤ کو طوفانوں میں لے کر جائے پار
چلتا ہے جو اس کے پیچھے دے وہ پار اتار

بھیج درود اسی پر ، دن بھر ، یوں ہی رات گزار
اس کو یار بنا لے جلدی ، جیون کے دن چار

چھوڑ کے جائیں گے کیسے جب ایک وہی سردار
اس کے ساتھ کئے ہیں ہم نے پکّے قول قرار

اس کا چہرہ دیکھ کے اس پر دیں ہم سب کچھ وار
دین سے الفت ، سب سے بہتر ، ہیچ ہے یہ سنسار

طارقؔ نام محمّدؐ سن کر رہا نہ جائے یار
" بھیج درود اس محسن پر تُو دن میں سو سو بار "

••••••••

نعتِ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم

ذکر ہو اِس ماہ میں ، ماہِ عرب ﷺ کا بار بار
سب سے بڑھ کر نعمتوں میں اُس کا ہوتا ہے شمار

قوّتِ قدسی ہے اس کی جس سے سارے پھل لگے
اس کے دم سے ہر طرف پھیلے ہیں اب باغ و بہار

حسن اور اخلاق کا کامل نمونہ اس کی ذات
وہ خدا کی قدرتوں کا دیکھ لو ہے شاہکار

اس سے پہلے کب نظر آیا کوئی ایسا حسیں
ساتھ اس کے ہو گئے ، سب چھوڑ کر اپنے دیار

سب مخالف ہو گئے اس نے ذرا پروا نہ کی
دے دیا پیغامِ حق گرچہ سہے دشمن کے وار

ہو گئے دشمن بھی قائل ، عشق اُس کو رب سے ہے
دی گواہی سب نے ہے اس کو فقط رب سے ہی پیار

خُم لنڈھاتے ، نازنینوں سے جنہیں فرصت نہ تھی
آ گئے سب چھوڑ کر ، اس کے لئے دیوانہ وار

یاد کرنا اپنے رب کو ہر گھڑی معمول تھا
ذکر ہر پل پیار سے کرتا تھا اُس کا بار بار

" صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ اُو بے شمار "

اے خدا رنجور ہیں ، اِس پر خزاں کا دَور ہے
پھر محمّد مصطفٰے ﷺ کے باغ میں آئے بہار

....

طرحی غزل

مصرعۂ طرح : (جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے)

آئی نہیں بہار تو بیکار مر گئے
سارے گلاب چھوڑیئے ، سب خار مر گئے

اہلِ خرد نے پا لیا غلبہ ، زمین پر
" جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے "

لائیں کہاں سے ڈھونڈ کے اس عشق کا علاج
جتنے طبیب تھے ہوئے بیمار مر گئے

اس عاشقی میں کھو دیا دل خوں جگر ہوا
اس عشق میں ہوئے جو گرفتار مر گئے

آئے کوئی فلک سے یہ زندان توڑنے
کچھ اس خیال میں پسِ دیوار مر گئے

جدّ و جہد نہ کر سکے ٹوٹے نہ جن کے طوق
وہ زندگی کے ہاتھ سے لا چار مر گئے

عیسیٰ شفا عطا کرے دکھلائے رہ خِضَر
یوسف کے کب ہیں سارے خریدار مر گئے

کس سے کریں زمانے کا اس دور میں گلہ
جن کے ضمیر زندہ تھے یک بار مر گئے

بولے جو دل کے ہاتھوں سے مجبور ہو کے لوگ
ان پر وبال وہ پڑا ، نا چار مر گئے

طارق جنونِ عشق میں تھے مبتلا سبھی
زندہ ہیں وہ جو سارے مرے یار مر گئے

....

طرحی غزل

مصرعۂ طرح : (یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے)

بینا ہے کیا وہ آنکھ جو تجھ تک نہ جا سکے
جینا ہے کیا اگر کوئی تجھ کو نہ پا سکے

گرچہ ہوئی ہے عشق میں یہ آنکھ اشکبار
" یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے "

انسان ہے بنا جو امانت کا ہے امیں
ارض و سما ، جبل کہاں یہ بوجھ اٹھا سکے

تیری تلاش میں ہے بلٰی کہہ کے اب تلک
دل سے ہے کون تیری محبّت بُھلا سکے

رُکتی ہے ہر حسین پہ جا کر اگر نظر
سب اس کو ڈھونڈتے ہیں ، تجھے جو ملا سکے

حیرت میں عقل ہے ترے بارے میں سوچ کر
وسعت ہے دل کی کیسی جہاں تُو سما سکے

پنہاں ہے تیری ذات کا ہر ذرّے میں ثبوت
روحوں سے کون تیری محبّت مٹا سکے

طارقؔ نظر جو آئے ، فریبِ نظر نہیں
ہے اور کون جلوے جو ایسے دکھا سکے

•••••••••••

غزل

آنکھوں میں اشک ، تیری جدائی نہ لا سکے
باتوں میں تیری جھوٹ، صفائی نہ لا سکے

مدہوش ہو کے ہوش کی باتیں کرے کوئی
کر دے نشہ جو دور ، کھٹائی نہ لا سکے

کرتا ہے رہنمائی ملے ، روح کو جو نور
وحشت ہو آنکھ میں تو رسائی نہ لا سکے

کرتے ہو اب گلہ مری اولاد ہے خراب
نیکی حرام کی تو کمائی نہ لا سکے

فرہاد کو بتاؤ کہیں جُوئے شِیر اب
تیشے سے کوہ کی بھی کھدائی نہ لا سکے

شیریں سخن کی بیوی سے امید ہی نہ رکھ
آتے ہوئے جو گھر کو مٹھائی نہ لا سکے

بکرے کی ماں نے خیر منائی ہے اس لئے
عیدِ بقَر پہ گھر میں ، قصائی نہ لا سکے

طارقؔ خیال و خواب میں رہنے کی بات ہے
بیتی جوانی جا کے نہ آئی ، نہ لا سکے

....

غزل

وقتِ سحر ، جمال کی صورت نہ پوچھیے
شامِ فراقِ یار کی وحشت نہ پوچھیے

پھیلا ہے کائنات میں ہر سمت اس کا رنگ
نیرنگئ خیال کی حیرت نہ پوچھیے

سینے میں جل رہی ہے یہ جو آگ عشق کی
حسن و جمالِ یار کی حدّت نہ پوچھیے

ہر شے کو اس طرح سے مکمّل کیا گیا
صنعت کے اس کمال کی جدّت نہ پوچھیے

مانا ہے لطف ، ہجر کے ایّام کا الگ
دلبر کے پھر وصال کی لذّت ، نہ پوچھیے

ہر دم وہی تو ہے مری آنکھوں کے سامنے
کتنی ہے اس کی یاد کی شدّت ،نہ پوچھئے

جی کر تو دیکھئے کبھی اس کے لئے ذرا
آئے گی زندگی میں وہ راحت ، نہ پوچھئے

طارق ذرا سا ہاتھ ہلانے کی دیر ہے
اتنی ملے گی کام کی اجرت ، نہ پوچھئے

....

غزل

ہوں غزل گو ، مگر اسلوب جدا رکھتا ہوں
میں سخن کے سبھی مطلوب ، جدا رکھتا ہوں

خط حفاظت سے مجھے رکھنے کی عادت تو نہیں
اس کے آ جائیں جو مکتوب ، جدا رکھتا ہوں

رند ہوں ، وہ جو پلائے ، تو پیا کرتا ہوں
اس کا پیمانۂ مشروب ، جدا رکھتا ہوں

دے کے دل ہجر میں آہیں تو بھرا کرتا ہوں
یہ الگ بات ہے ، محبوب ، جدا رکھتا ہوں

آئنہ بن کے دکھاتا ہے وہ اپنا چہرہ
شعر جو اس سے ہوں منسوب ،جدا رکھتا ہوں

ہے محبّت کا تعلّق تو سبھی لوگوں سے
دوست جو مجھ کو ہیں مرغوب ،جدا رکھتا ہوں

یوں چکا چوند سے دنیا کی میں غافل تو نہیں
اس سے ہوتا نہیں مغلوب ، جدا رکھتا ہوں

طارق آزادیٔ اظہار کا قائل ہوں مگر
سوچ کرتی ہے جو مصلوب، جدا رکھتا ہوں

....

غزل

اک حسیں خواب کی تعبیر دکھاتے جاتے
ہم سے مل جاتے اگر آپ بھی آتے جاتے

ہے کوئی ایسی جگہ یاد نہ آؤ گے جہاں
ہم کہاں جائیں گے اتنا تو بتاتے جاتے

تم نے جانا تھا بصدشوق چلے جاتے مگر
کوئی اچھا سا بہانہ تو بناتے جاتے

یہ مری خوبیٔ قسمت تھی کہ تھا عشق مرا
لوٹ آئے ہیں کئی بار وہ جاتے جاتے

وہ سرِ شام جلا دیتا ہے یادوں کے دیے
ہم سے اتنا نہ ہوا ان کو بجھاتے جاتے

وہ تو دھڑکن کی طرح ساتھ جُڑا ہے دل کے
دل رکے جب تو ہیں سینے کو دباتے جاتے

مکتبِ عشق میں داخل ہوئے اب دیر ہوئی
وہ نیا کوئی سبق ہم کو پڑھاتے جاتے

صبر سے ہم نے سہا عشق میں جو بھی گزرا
وہ دلاسہ ہی کوئی دل کو دلاتے جاتے

اس نے وعدہ ہی نہیں ہم سے کیا آنے کا
ورنہ رستے میں ہم آنکھیں ہی بچھاتے جا تے

وہ سرِ شام جو آ جاتا سرِ بام تو ہم
اس کی چوکھٹ پہ کوئی دیپ جلاتے جاتے

اس کے آنے کی خبر سن کے چراغاں کرتے
عید کیا ، روز ہی دیوالی مناتے جاتے

ہم کئی بار گئے ان سے فقط اتنا کہا
فیصلہ کوئی ہمارا بھی سناتے جاتے

ہم نے کچھ اور تو مانگا نہیں طارق تم سے
ساتھ دینے کا جو وعدہ تھا نبھاتے جاتے

....

غزل

اپنے جذبات کی شدّت کو چھپاؤں کیسے
چند لمحات کی فرقت کو بِتاؤں کیسے

سرد راتوں میں ترے پیار کی پائی ہے تپش
میں ترے قرب کی حدّت کو بھلاؤں کیسے

ہر کڑے وقت میں تُو نے ہی تو دلداری کی
تیرا در چھوڑ کے جاؤں بھی تو جاؤں کیسے

معرفت قرب میں تیرے جو عطا ہوتی ہے
ان خیالات کی جدّت کو بتاؤں کیسے

لطف آتا ہے ترے بارے میں جو سوچتا ہوں
سوچتا ہوں کہ محبّت کو بڑھاؤں کیسے

اوّل اوّل تری عظمت سے ڈرا کرتا تھا
آخر آخر ہے جنوں تجھ کو میں پاؤں کیسے

دیکھ کے چہرہ ترا کب کوئی عاشق نہ ہوا
حسن کے جلوے پہ قربان نہ جاؤں کیسے

طارقؔ آغوش میں اس کے جو پنہ پائی ہے
اب کسی اور کو میں دوست بناؤں کیسے

....

غزل

منفرد اس لئے اسلوبِ بیاں رکھتا ہوں
اپنے شعروں میں معانی کا جہاں رکھتا ہوں

جھانک کر دل میں مرے دیکھ نہ پائے کوئی
کیسے بتلاؤں کہ غم اپنے کہاں رکھتا ہوں

فائدہ میرا ہو ، نقصان نہ ہو جائے کہیں
تجھ سے وابستہ کہاں سود و زیاں رکھتا ہوں

ہوں جو درویش تو لٹنے کا نہیں ڈر کوئی
کھول کر کھڑکیاں دروازے مکاں رکھتا ہوں

ہے کتاب ایک کھلی ، زندگی ساری میری
ہاں محبّت کو تری دل میں نہاں رکھتا ہوں

قید کر سکتا نہیں ، سوچ کی پرواز کوئی
بال و پر کھول کے اڑنے کا گماں رکھتا ہوں

میری خاموشی سے کمزوری کا مطلب نہ نکال
بول سکتا ہوں کہ میں منہ میں زباں رکھتا ہوں

طارق اِس بزم کے لوگوں سے شناسائی ہے
دوستی دشمنی ان پر میں عیاں رکھتا ہوں

•••••••••••

غزل

اپنے جذبات کی شدّت کو چھپاؤں کیسے
یہ جو فرقت کے ہیں لمحات ، بِتاؤں کیسے

سرد راتوں میں ترے پیار کی پائی ہے تپش
میں ترے قرب کی حدّت کو بھلاؤں کیسے

ہر کڑے وقت میں تُو نے ہی تو دلداری کی
تیرا در چھوڑ کے جاؤں بھی تو جاؤں کیسے

معرفت قرب میں تیرے جو عطا ہوتی ہے
ان خیالات کی جدّت کو بتاؤں کیسے

لطف آتا ہے ترے بارے میں جو سوچتا ہوں
سوچتا ہوں کہ محبّت کو بڑھاؤں کیسے

اوّل اوّل تری عظمت سے ڈرا کرتا تھا
آخر آخر ہے جنوں تجھ کو میں پاؤں کیسے

دیکھ کے چہرہ ترا کب کوئی عاشق نہ ہوا
حسن کے جلوے پہ قربان نہ جاؤں کیسے

طارقؔ آغوش میں اس کے جو پنہ پائی ہے
اب کسی اور کو میں دوست بناؤں کیسے

• • • • • • • • • • •

غزل

کھلاڑی کوئی بھی اچھا تمھیں ہزار لگے
مجھے تو کھیل کا میدان کاروبار لگے

ہمیشہ وقت کا دھارا تو ، تیز بہتا ہے
اسے غرض نہیں ڈوبے کوئی یا پار لگے

سمجھ میں آیا ہمیں واپسی کا ہے یہ سفر
گلوں بھری بھی اگر راہ خار دار لگے

اثر ہوا ہے زمانے کی جھوٹی باتوں کا
عجیب ہے تری ناراضگی بھی پیار لگے

یہ فصلِ گل ہے کہ آنکھوں میں موتیا اترا
یہ دھند سردی میں اتری مجھے غبار لگے

مجھے ستار کی آواز سے لگاؤ تھا
سبھی کے ہاتھ میں آیا مگر گٹار لگے

جو لے کے آیا ہے سب ڈگریاں ہی باہر سے
سیاسی رہنما مجھ کو تو وہ گنوار لگے

بیان جس نے بدل کر دیا ہے پھر اک بار
وہ کھا کے آیا ہے اب کے ، کہیں سے مار ، لگے

بھروسہ کیا کریں طارق کہ پائیں گے منزل
وہی ہے ریل ، وہ انجن ہی ، بار بار لگے

....

غزل

تیغ چھڑا کے ہاتھ سے تُو نے قلم عطا کیا
حق کے لئے ہی یہ قلم لکھتا رہے مرے خدا

مکر و فریب کو سدا آئینہ ہے دیا دکھا
سچ کو سدا ہے سچ کہا جھوٹ کو ڈر رہے مرا

تیغ و تفنگ چھوڑ کر امن کی رہ بتائے گا
میرے نبی نے تو پتہ مہدی کا تھا یہی دیا

جگ کو پیام دے کے جب تیرا مسیح چل دیا
اپنے کرم سے تُو نے پھر دی ہے خلیفہ کی عطا

اب تُو دلوں کو کھول کر ، نُور کا یوں ظہور کر
کتنے اسیر راہ و رسم جو ہیں یہاں ہوں اب رہا

ظلم کی چکّیوں میں یوں پستا رہے نہ اے خدا
وہ جو سمجھ رہا ہے یہ گھر سے جہاد پر چلا

ظلم کی حد ہوئی ہے اب کوئی نہیں تُو ہی بچا
ظلم کا ہاتھ روک دے اِس کو نہیں ہے کچھ حیا

آئیں تری طرف سبھی اس میں ہی سب کی ہے بقا
تیرے ہی در پہ ہوں جھکا تجھ سے کروں یہ التجا

•••••••••••

غزل

جلا کر کہیں دل ، دیا کر دیا
یوں نور اس جہاں کو عطا کر دیا

عبادت میں ہم نے کمی جب نہ کی
خدا کا ہے کیا حق ادا کر دیا؟

اچٹتی سی ہم پر نظر ڈال کے
یہ کیا کیا ہمیں دلرُبا کر دیا

اٹھایا ہے چہرے سے پردہ ذرا
کرم دل پہ یہ بے بہا کر دیا

کیا تم نے اچھا ہمارے لئے
زمانہ یہ سمجھا ، بُرا کر دیا

رکھا بیچ میں اک قیامت کا دن
اسے وصل کا آسرا کر دیا

برے اور بھلے کا دیا علم جب
حسابِ جزا اور سزا کر دیا

تجھے پاک صحبت ہوئی جو نصیب
تجھے اس نے یار آشنا کر دیا

یہ اشکوں نے طارقؔ کیا معجزہ
ترا دھو کے دل کیمیا کر دیا

....

غزل

بے سبب چاہے یہ دل جس کو سراہا جائے
کیوں نہ اس شخص کو جی جان سے چاہا جائے

جب کڑے وقتوں میں اس نے ہی رکھا تیرا خیال
پیار کا رشتہ اسی سے ہی نباہا جائے

زخم جو روح پہ لگتے ہیں نظر کب آئیں
یہ ضروری بھی نہیں ان سے کراہا جائے

جس نے دیکھا ہی نہیں روح کے اندر کیا ہے
کیسے ممکن ہے اسے تجھ سے بیاہا جائے

یوں تو ماں باپ کی خواہش ہو کہ ہر بچہ ہی
جس جگہ گزرے ، کہیں لوگ وہ شاہا جائے

....

غزل

حسنِ ازل کو دیکھ کے دیوانے ہوئے ہیں
روشن ہوئی ہے شمع تو پروانے ہوئے ہیں

لاکھوں ہیں تیری دید کے طالب ، امید وار
ان میں سے ایک ہم بھی تو پہچانے ہوئے ہیں

ایسا بھی بارہا ہوا جو دل کے تھے قریب
اسباب ان کے آنے کے انجانے ہوئے ہیں

گزری تھی ہم پہ کیا جو کبھی فاصلے بڑھے
آسان ظلم تم کو مگر ڈھانے ہوئے ہیں

روٹھے ہیں جو مناؤ کسی ڈھب سے بھی انہیں
ہم کو مناؤ کیا ہمی تو مانے ہوئے ہیں

آپ آئے ہم سے ملنے ، عنایت ہے آپ کی
ملنے نہ دیں گے لوگ یہ تو ٹھانے ہوئے ہیں

اتنی ترقّی ہو چکی ہے میڈیا میں اب
قصّے حقیقتوں کے بھی افسانے ہوئے ہیں

طارق فریبِ شہر سے واقف نہیں ہے تُو
اپنے بھی آئے جو یہاں ، بیگانے ہوئے ہیں

....

غزل

چمن میں غنچۂ گل گر نہیں تو بُو کیا ہے
نہیں جو ساقی تو پھر جام اور سُبُو کیا ہے

کبھی میخانے میں جاؤ تو پوچھ لینا یہ
کہ مے پلانے کی ساقی کو آرزو کیا ہے

تماشا دیکھتے ہیں روز آنے جانے کا
وگرنہ شہر سے جانے کی جستجو کیا ہے

کہیں پہ رکھی ستم گر نے کچھ سزا ہو گی
ہر ایک بات پہ کہنے کی ہاں ، یہ خُو کیا ہے

ستم ظریف نے مجھ سے کہا کہ ساتھ چلو
اسے خبر تھی کہ صحرا میں ہے جو لُو کیا ہے

صنم کو دیکھا ہے ہم نے قریب سے لیکن
نیا مزاج میں اس کے یہ رنگ و بُو کیا ہے

ہر ایک بات تو ہم اب بتا نہیں سکتے
ہوئی ہے ان سے ہماری جو گفتگو کیا ہے

طلسم خانۂ دنیا میں اک مری خاطر
سجا کے رکھی جو تصویر ہو بہو کیا ہے

دلوں کو دھویا ہے جاتے ہو جو حضور اس کے؟
نہ ہو نماز میں لذّت تو پھر وُضو کیا ہے

ستم گروں نے مرا شہر روند ڈالا ہے
کہو کہ آنکھوں میں بہتی یہ آب جُو کیا ہے

تم آ گئے ہو تمنّا لئے یہاں طارق
تمہارے جیسا کوئی اور خوبرو کیا ہے

غزل

مارے پتھر جو پاک دامن ہے
ورنہ ، انصاف محض بھاشن ہے

ہاتھ کاٹو جو چور کے، دیکھو
گھر میں موجود اس کے راشن ہے

موسلا دھار برشِگالِ نور
ابر برسا ہے جیسے ساون ہے

وہ نہ جائے چمن اداس ہے اب
سیر کو گھر میں اس کے آنگن ہے

ہیں تماشائی بھی تو خطرے میں
شیر ہاتھی میں گرچہ ان بن ہے

نوجوانی بہار کی سی ہو
ہر کلی پر لگے کہ جوبن ہے

اس کے گھر کے پتے پہ چل نکلے
اصل مقصد تو اس کا درشن ہے

خوب گزری جو اب تلک گزری
ہاں گزارے کو اب تو پنشن ہے

آخری عمر کا نشاں ہے یہ
لوٹ آیا جو پھر سے بچپن ہے

ہر قدم پھونک کر رکھیں طارقؔ
جانے کس وقت ختم جیون ہے

•••••••••••

غزل

روگ لیتا ہے جب بھی پال کوئی
پوچھتا کب ہے اس کا حال کوئی

وہ جو طیّب بھی ہو حلال بھی ہو
یوں تو ملتا نہیں ہے مال کوئی

جس کو مطلب نہیں کوئی تم سے
پھر بھی کرتا ہے دیکھ بھال کوئی

پیار یوں تو ہوا نہیں کرتا
اِس سے کم ہی ہوا نہال کوئی

سادہ دل تم پہ جاں لُٹا بیٹھا
تم سمجھتے ہو اس کی چال کوئی

حکمراں جو کیا گیا رخصت
کب ہوا پھر سے ہے بحال کوئی

مچھلیاں اور ہاتھ آ جائیں
پھینک دیتا ہے پھر سے جال کوئی

آخری بار یہ کرشمہ ہے
پھر تو ہو گا نہ یوں کمال کوئی

آزمائیں گے کیا اسے طارق
اس سا ہر گز نہیں جمال کوئی

....

غزل

شعر کچھ لوگوں پہ اک بوجھ بنا ہوتا ہے
جاں غزل میں ہو تو سننے کا مزہ ہوتا ہے

پاؤ شیرینی نہ خوشبو نہ ملے ذائقہ کچھ
کچا پھل توڑ لیا جائے تو کیا ہوتا ہے

ہم جو سنتے تھے خطا ہوتے ہیں سب ہوش و حواس
عشق ہو جائے تو کیا ایسی سزا ہوتا ہے

ہم کوئی بات تکبّر سے جو کہہ دیتے ہیں
سامنے آتا ہے جو کچھ بھی کہا ہوتا ہے

اک حسیں کا میں فقط ذکر کیا کرتا ہوں
کیا قصور اس میں بتا میرا بھلا ہوتا ہے

اس کے قدموں میں چلے آتے ہیں گھائل ہو کر
شاذ ہی تیرِ نظر اس کا خطا ہوتا ہے

آنکھ کے اندھوں کی رکتی ہے ترقی ورنہ
آنکھ کا پردہ تقاضائے حیا ہوتا ہے

نشّہء عشق کی سرشاری نہ طارق پوچھو
مئے عرفاں کا اگر جام پیا ہوتا ہے

....

غزل

اشک بن بن کے وہ آنکھوں میں اتر جائے گا
دردِ دل اور بڑھے گا تو کدھر جائے گا

ضبطِ غم دیکھ کے دکھ اور بڑھا دے میرے
حوصلہ پا کے مقدّر تو سنور جائے گا

آب آئینے کی بڑھتی ہے شفافیّت سے
دل کو دھویا تو یہ کچھ اور نکھر جائے گا

تجھ کو معلوم ہے یہ عام مسافر تو نہیں
راہ میں کانٹوں کے ہونے سے نہ ڈر جائے گا

زندگی بھر کے لئے پالا پڑا شیطاں سے
کوئی انساں تو نہیں وہ کہ سُدھر جائے گا

جانے کب اُس کی صدا آئے کہ واپس آؤ
سر کے بل پھر تو ہر اک بندہ بشر جائے گا

طارق اظہار کی نوبت نہیں آئی گر تو
جس کا جاگا نہ ضمیر اب بھی وہ مر جائے گا

....

غزل

حرص غالب جب ہوئی ، انسان شیطاں ہو گئے
بھول کر انسانیت ، دست و گریباں ہو گئے

امتحاں ہوتے ہیں جذبے بھی کبھی اخلاق کے
قہر میں دیکھا ہے انسانوں کو حیواں ہو گئے

جاں پہ بن آئی تو جائز ہو گیا مردار بھی
بھوک کی شدّت سے جب انساں ، پریشاں ہو گئے

گو عموماً جھوٹ سے پرہیز ہی کرتے ہیں لوگ
سچ کی خاطر ہیں مگر کتنے جو قرباں ہو گئے

سچ نہ بولا گر ، ندامت کی اسے سمجھیں نہ بات
جھوٹ گر بولا تو کیا اس پر پشیماں ہو گئے ؟

گر نہیں لالچ کوئی، کچھ ڈر نہیں نقصان کا
جب کہا ایسے میں سچ ، سمجھے کہ احساں ہو گئے

کر کے نیکی دیکھ لو خود اس کی ملتی ہے جزا
کیا نہ چہرے جو پریشاں تھے درخشاں ہو گئے

شہر ہو جاتے ہیں ویرانے ، محبّت کے بنا
جو گل و بلبل کی رونق سے گلستاں ہو گئے

کہکشاؤں سے پرے جاتی ہے ان کی روشنی
جو شبِ تاریک میں شمعِ فروزاں ہو گئے

مطمئن طارق وہی ہوتا ہے جو یہ سوچ لے
ہو گئی رب کی رضا حاصل تو شاداں ہو گئے

••••••••

غزل

جب فقط ڈھانے کو مسجد کی عمارت رہ گئی
کون کہتا ہے کہ ایماں کی تجارت رہ گئی

ہے مگر ان کو غرض کرسی پہ اب بیٹھے گا کون
سرخرو ہو کر بھی کس کس کی وزارت رہ گئی

ایک دوجے کے لئے عبرت کا باعث تو ہوئے
کیا مگر حق بات کہنے کی جسارت رہ گئی

دیں کی غیرت کے لئے اٹھتا نہیں کوئی سوال
زندگانی کی کہیں باقی حرارت رہ گئی ؟

دھجّیاں اڑتی ہیں ایوانوں میں اس کی آئے دن
اب فقط آئین کی باقی عبارت رہ گئی

ہو گیا جمہوریت کے نام سے اتنا مذاق
توڑنے کو ملک باقی کیا شرارت رہ گئی

خون کے آنسو رلاتی ہے انہیں یہ داستاں
جن کے آبا کی سبھی محنت اکارت رہ گئی

جو دعا کرتے ہیں طارق، ہیں وطن کے خیر خواہ
ہیں بہت تھوڑے مگر جن میں بصارت رہ گئی

....

غزل

مہ و انجم سے تاریکی جہاں کی دُور ہوتی ہے
دلوں کو چاندنی روشن کرے تو نور ہوتی ہے

ہے ظرف اپنا کہاں تک ، دیکھ لینا بھی ہے یہ لازم
اگر ہو وصل کی خواہش ، تو منزل طُور ہوتی ہے

انہیں اس سے غرض کیا چاند نکلا یا نہیں نکلا
مقدّر میں سدا جن کے شبِ دیجُور ہوتی ہے

تدبّر سے ہمیشہ کام لینا چاہیئے ہم کو
خوشی گرچہ وہی ملتی ہے جو مقدور ہوتی ہے

حسیں محبوب سے بڑھ کر نظر کوئی کہاں آئے
محبّت کے نشے میں جو نگہ مخمُور ہوتی ہے

خدا ظاہر کرے خود ہی ، محبّت چھپ نہیں سکتی
وہ دنیا کی نگاہوں سے اگر مستور ہوتی ہے

ترقّی چومتی ہے جب قدم اللہ والوں کے
کلیجے میں وہ دشمن کے بنی ناسور ہوتی ہے

صبا خوشبو لئے آتی ہے اس کے جب دریچے سے
نظر آتا ہے سب کو کس قدر مسرور ہوتی ہے

تمہیں بھی تجربہ ہو گا ملے ہو اس سے جب طارق
کہ اس کے سامنے تو روح تک ، مسحور ہوتی ہے

....

غزل

الزام ہم نے اپنے ہی سر آپ لے لیا
انصاف کا مطالبہ ہم نے نہیں کیا

اس کو گماں نہ ہو کہیں بھولے ہیں ہم اسے
دامن ہوا تھا چاک جو اب تک نہیں سیا

کچھ عدل کی امید رکھی ہی نہ تھی کبھی
سُقراط نے بھی زہر کہاں شوق سے پیا

تاریک شب میں آسرا بھٹکے ہوؤں کا ہو
ہم نے تو جھونپڑی میں جلا کر رکھا دیا

فرقت میں اپنے آپ ہی کو کوستے رہے
کہتے یہ کیسے بِن ترے لگتا نہیں جیا

چھوڑا نہیں ہے ، دُور تو دو چار دن ہوا
اس نے ، مجھے یقین ہے ، دھوکہ نہیں دیا

طارقؔ فراق ، وصل سے پہلے ضرور ہے
جب تک نہ امتحان ہو ، راضی نہ ہو پیا

....

غزل

جہاں چل رہی ہیں مخالف ہوائیں
ہوئیں زہر آلود اتنی فضائیں

اگر سانس لینے سے بھی خوف کھائیں
تو کیسے محبّت کی پینگیں بڑھائیں

ہیں بیکار جنگل میں دیں جو صدائیں
ہوئے ہیں جو وحشی کہاں لوٹ آئیں

ترے نیک بندے کہاں اور جائیں
ترے روبرو کر رہے ہیں دعائیں

خدایا یہ سب دُور کر دے بلائیں
وطن کو مرے چیل کوّے نہ کھائیں

انہیں ، رحم کر ، سیدھا رستہ دکھا دے
نہ ہو ، آگ نفرت کی ، ان کو جلا دے

....

غزل

بس میں یہ گردشِ حالات نہیں ہوتی اب
ضبط کیوں گرمئِ جذبات نہیں ہوتی اب

روشنی میں تو مجھے چلتے چلے جانا ہے
بیٹھ کر دن میں یونہی رات نہیں ہوتی اب

ہو گا احساں جو چلے آیا کرو خوابوں میں
تم سے ہر روز ملاقات نہیں ہوتی اب

گو بظاہر تو سمندر کی سی طغیانی ہے
دل کے اندر ہے جو وہ بات نہیں ہوتی اب

میں اُڑا جا تا ہوں طوفان میں بادل کی طرح
آگ پر پانی کی برسات نہیں ہوتی اب

زندگی شمع کی مانند پگھلتی دیکھی
جو بچی ہے ، کیوں وہ سوغات نہیں ہوتی اب

نام بھی اس کا اگر لوں ، تو بہت شور پڑے
خامُشی سُن کے یہ حالات نہیں ہوتی اب

ہار مانی تھی کبھی دل سے یہ اقرار تو ہے
روح کو اپنی کبھی مات ،نہیں ہوتی اب

چھوڑ کر اس کو پتہ اور کہیں کیوں ڈھونڈوں
وہ کسی طور جُدا ذات ، نہیں ہوتی اب

اس کی مرضی ہے ملے یا نہ ملے شکوہ کیا
تم سے پابندیٔ اوقات نہیں ہوتی اب

کیا ہے مرضی تری ، چاہے تُو ، کہے وہ طارق
کیوں بھلا تجھ سے مناجات نہیں ہوتی اب

غزل

عجیب کیوں تجھے لگتا ہے بولتا ہوں میں
کہ میٹھا رس ترے کانوں میں گھولتا ہوں میں

میں غور و فکر جو کرتا ہوں کائنات پہ خود
بتائے راز ہیں اس نے جو کھولتا ہوں میں

کسی کی آنکھوں سے پیتا ہوں مے جو عرفاں کی
نشے میں اُڑ کے فضاؤں میں ڈولتا ہوں میں

فریب کار بھلا اس کی قدر کیا جانیں
صداقتوں کے خزانے جو رولتا ہوں میں

یہ کہہ کے ، ڈال کے سوچوں میں وہ روانہ ہوا
کہ وہ خیال ہی جس کا نہ مول تھا ، ہوں میں

کیوں طارقؔ پہ بولنے مرے اعتراض ہے
میں ہوں تولتا پہلے کروں بات بھی جو کہ

....

غزل

جو کھانا ہمیں روکھا پھیکا نہ آیا
ہوئی کوئی شادی ، عقیقہ نہ آیا

وہ دینے کو تیّار تھا مانگتے جو
ہمیں مانگنے کا سلیقہ نہ آیا

گلِ تازہ اِخلاص سے پیش کرتے
مگر راستے میں حدیقہ نہ آیا

حقائق کو ہم نے کیا آشکارا
خوشامد کا ہم کو طریقہ نہ آیا

کیا تو بہت یاد کہنے کو لیکن
زباں پر قصیدہ انیقہ نہ آیا

بہت ٹوٹکے آزمائے ہیں ہم نے
یہ قابو میں دردِ شقیقہ نہ آیا

بہت نرم لہجہ رکھا ہم نے طارق
پہ ماں جیسا لہجہ ، شفیقہ نہ آیا

....

غزل

ہے اس کی یاد ، پیار کی لذّت لئے ہوئے
پیدا ہوئے تھے ہم یہی فطرت لئے ہوئے

رہتا جمالِ تام ہے پردے میں گو نہاں
ہر شے ہے اس کا حسن و لطافت لئے ہوئے

جلوہ نما ہے اک وہی تو کائنات میں
پر چاہئے نظر ہو محبّت لئے ہوئے

قدرت سے اس نے اپنی بنایا ہے جو نظام
دیکھا ہے عقل نے اسے حیرت لئے ہوئے

نازاں تھے اپنی عقل پر جو صاحبِ شعور
لوٹے ہیں دل میں علم کی حسرت لئے ہوئے

یہ بھی ہوا ہے بارہا مُشکل میں جب پڑے
دیکھا ہے اس کو سامنے رحمت لئے ہوئے

گر اس کا جاہ وحشم ہو مدِّ نظر ہمیں
ہر اک مقام پر رہیں عزت لئے ہوئے

طارق اسی کے در سے ہیں وابستہ راحتیں
بیٹھو یہیں پہ فہم و فراست لئے ہوئے

....

غزل

تیرِ نگاہِ یار کے آثار دیکھئے
سیدھا جگر کے ہو گیا ہے پار دیکھئے

حسن و جمالِ یار نے گھائل کیا ہے یوں
کھاتے ہیں زخم ، لذّتِ آزار دیکھئے

رہتا نہیں ہے عشق نہاں آگ کی طرح
بھڑکی ہے نار اب سرِ بازار دیکھئے

ہر بار حسن دیکھنے میں اور ہے مزہ
دیکھا ہے ، دل ہے پھر اسے اک بار دیکھئے

نظّارۂ جمال کی فرصت نہیں انہیں
کیسے ہیں ایسے حال سے دو چار دیکھئے

طارق فنا کا نعرہ لگایا ہے عشق میں
لٹکے کہاں کہاں پہ سرِ دار دیکھیے

••••••••

غزل

وقت کی چکّی میں پِس کر ہم کہیں کھو جائیں گے
ہم بھی کیا بیٹے زمانے کی طرح ہو جائیں گے

کیوں ترقّی کی طرف بڑھتے نہیں اپنے قدم
رُک گئے تو ہاتھ اپنی جان سے دھو جائیں گے

ہم فقط یہ کہہ رہے ہیں، تم بھی جینا سیکھ لو
زندہ رہ کر پھر مرو، ہو کر فنا تو جائیں گے

اب فسانے سب حقیقت ہو گئے ، کب تک یہاں
سنتے سُنتے لوریاں بچے سبھی سو جائیں گے

زندگی بھر دوستی تم نے نبھائی ہے اگر
جان دینے کے لئے جانا ہے پوچھو جائیں گے

عہد و پیماں کر لیا طارقؔ جو اس دلبر کے ساتھ
امتحاں کا کوئی دروازہ بھی کھولو ، جائیں گے

....

غزل

مضمون کوئی کیسے ، سرِ خامہ آئے گا
سوچا ، تو ذہن میں کوئی افسانہ آئے گا

ہو ، ناپسند یا پسند ، آپ کا لکھا
تعریف میں کوئی نہ کوئی نامہ آئے گا

آنے سے آپ کے بھی جو رونق نہیں ہوئی
محفل میں اور کیا کوئی ہنگامہ آئے گا

کب تک رہیں گے آپ اسی انتظار میں
برسوں کے بعد ہی کوئی مہ نامہ آئے گا

خاموش شہر ، چپکے سے بتلائے گر سنو
اپنا یہاں نہ کوئی ، نہ بیگانہ آئے گا

اب تک چھپے رہے ہو جو گمنام تو نہیں
دنیا کے سامنے تو خبر نامہ آئے گا

جذبات اشتعال میں آتے ہیں جلد اب
قانون تو برائے نقضِ عامّہ آئے گا

طارق تم اپنی فکر کرو کہہ رہے ہیں لوگ
پیچھے تمہارے اب کوئی علاّمہ آئے گا

••••••••

غزل

فرشتے کرنے انہیں خود سلام آتے ہیں
جو باندھ کر لئے ساماں تمام آتے ہیں

کیا گیا جنہیں مامور رہنمائی پر
جہاں میں کر کے خدا سے کلام آتے ہیں

انہیں فساد کے ملزم قرار دیتے ہو
وہ جن کو امن کے رب سے پیام آتے ہیں

سناتے کیا بھلا اور کس کی داستانِ حیات
بہت سے پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں

جنوں میں گزری جوانی ، ہے کیوں پشیمانی
ادھیڑ عمر میں کس کے پیام آتے ہیں ؟

سلیقہ جن کو رہا ہے ہمیشہ ، پینے کا
اسی طرف لئے ساقی بھی جام آتے ہیں

جو اُن کا ذکر چلے روز و شب محبّت سے
تو ایسے گھر میں ملائک ، مدام آتے ہیں

جہاں بھی جائیں ، گزارے ہیں جو محبّت میں
وہ دن تو یاد ہمیں صبح و شام آتے ہیں

چلے ہیں ، دور ہے منزل ، کٹھن سفر درپیش
کہ راہِ وصل میں مشکل مقام ، آتے ہیں

ملے جو قافلے میں خوش نصیب ہیں طارق
جہاں میں کر کے ذرا سا قیام ، آتے ہیں

غزل

مِرا مقصود حاصل ہو جو تقویٰ تام ہو جائے
خُدا کے فضل سے دِل ، نیّرِ الہام ہو جائے

مرا سر فخر سے اونچا ہو خود اپنی نگاہوں میں
ترے قدموں میں، گر اس زندگی کی شام ہو جائے

الٰہی زندگی میری کہاں تک امتحاں لے گی
نہیں مُشکل کوئی گر تیری رحمت عام ہو جائے

چمن میں گُل ہوئے خنداں ، نسیمِ صُبح ، چلنے سے
وصالِ یار سے اُس کا بھی خوشبو نام ہو جائے

جہاں کی تیرگی روشن ہوئی ماہِ منوّر سے
کُھلیں گر کھڑکیاں دِل کی ، اُجالا عام ہو جائے

وہ کب سے منتظر تھے،سُرخرو ہوں گے ،جو تُو آئے
مگر یہ کیا کہ اب کہتے ہیں تُو ناکام ہو جائے

کہاں روکو گے طارق ،تم بھلا اُن کی تباہی کو
جہاں ظلمت ، جہالت کا ، قیادت نام ہو جائے

••••••••

غزل

جانتی تھی کیا براہیمی نظر اِس راز کو
آگ ہو جائے گی ٹھنڈی ، دیکھ کر جانباز کو

اب تو اس کی ہر ادا پہلے سے بڑھ کر ہے حسیں
عشق نے صیقل کیا ہے حسن کے انداز کو

گُفتگو اس سے کئے بِن رہ نہ سکتے تھے کبھی
اب تو بتلاتے نہیں وہ درد بھی ہمراز کو

ابتدا میں ، ایک سجدے سے گریزاں جو ہوا
آج بھی مانے ہے کب انسان کے اعزاز کو

جو چٹانیں چھوڑ کر اب آگیا محلوں میں ہے
کیا ممولے سے لڑائے گا کوئی شہباز کو

آسماں سے جس کا اپنا رابطہ ہے ہی نہیں
روک پائے گا بھلا کیسے مری پرواز کو

میں نے تو ہر سمت دے دی ہے صدائے صبحِ نو
کوئی شاید جاگ جائے سن کے اس آواز کو

کیوں مریضِ وقت کا ملتا نہیں کوئی طبیب
ڈھونڈتی پھرتی ہیں نظریں گو کسی اعجاز کو

پھر نظر آئے گا موسٰی پھینکتے اپنا عصا
ہارتے دیکھیں گے پھر لائے جو نو سر باز کو

بے تکلّف لوگ بھاتے ہیں مرے دل کو بہت
کیسے ردّ کرتا بھلا میں دعوتِ شیراز کو

طارق اہلِ شہر سے ، اپنا بھروسہ اُٹھ گیا
ڈھونڈتے ہیں گاؤں میں چل کر کسی دم ساز کو

....

غزل

حق کو حق کہنے کی ہے ، باقی جسارت رہ گئی
زندگی کی زندگی میں کچھ حرارت رہ گئی

گو فرشتوں نے کیا تحریر سب نامہ مرا
خامشی سے درد سہنے کی عبارت رہ گئی

دشمنوں سے آج تک ٹوٹا نہیں ہے حوصلہ
امتحاں لینے کو باقی کیا مہارت رہ گئی

اس کی خاطر دُکھ اُٹھایا جس نے پائے گا جزا
کون کہتا ہے کوئی ، محنت اکارت رہ گئی

تھا بہاروں کا وہ مسکن ، گھر مرا گلشن نما
کر کے ہجرت جب گئے ، خالی عمارت رہ گئی

اس نے دیکھی جب مری کم مائیگی اتنا ہوا
جاتے جاتے اس کی آنکھوں میں شرارت رہ گئی

وقت بدلے گا ، تُجھے عزّت سے دیکھے گا عدُو
دُور ہو گی اُس کے دل میں جو حقارت رہ گئی

آ رہا ہے وصل کا موسم ، ہوا رنگیں چمن
دیکھنے کو حسن اُس کا ہے بصارت رہ گئی

اب ملاقاتوں کے دن آتے ہیں تھوڑا صبر کر
تیرا شکوہ دور ہو گا ، کیوں زیارت رہ گئی؟

خوب دھو کر ہم پہن آئے ہیں تقوٰی کا لباس
فکر ہے کہہ دے نہ وہ دل کی طہارت رہ گئی

طارق اتنی بات کو لے کر بھلا بیٹھے ہو کیوں
پورا ہونے کو تو ، جنّت کی بشارت رہ گئی

•••••••••

غزل

اب کس کو حال ، دل کا بتایا کرے کوئی
جب ایسے یاد آ کے ، ستایا کرے کوئی

وہ آگئے ہیں اب تو ذرا کھل کے سامنے
سپنوں سے دل کو اپنے سجایا کرے کوئی

چھلنی ہوئی ہے روح اسے دُکھ میں دیکھ کر
ایسے میں غم کو میرے بھلایا کرے کوئی

اس کا مطالبہ ہے فقط ایک بات کا
وہ روٹھ جائے گر تو منایا کرے کوئی

حسن و جمالِ یار کا بھی ذکر خوب ہے
میں گیت اس کے لکھوں تو گایا کرے کوئی

آنکھیں بچھا کے رکھی ہیں میں نے تو راہ میں
مہمان بن کے گھر میں تو آیا کرے کوئی

دیکھا مجھے تو دشمنِ جاں نے بھی یہ کہا
بیٹھا ہے کب سے دھوپ میں ، سایہ کرے کوئی

حیوان بھی تو رکھتے ہیں اپنا سبھی خیال
غم اپنے دوستوں کا بھی کھایا کرے کوئی

جب اختیار ان کا ہے تو مان لیجئے
شکوہ زبان پر تو نہ لایا کرے کوئی

خود کو یونہی نہ ڈالئے اب امتحان میں
ادراک اپنا آپ بھی پایا کرے کوئی

طارقؔ قریب دل کے وہی شخص جانیے
یادوں میں آئے جب تو رُلایا کرے کوئی

....

غزل

دیکھیں انہیں تو صاحبِ حسن و جمال ہیں
سیرت میں کچھ کمی نہیں ہے ، با کمال ہیں

گر زائچہ نکال کے دیکھیں تو با نصیب
مخلص ہیں مہربان ہیں اور خوش خصال ہیں

محفل میں کھل کے بات جو ان سے نہ ہو سکی
ملنے کو آئے ہیں ، بڑے روشن خیال ہیں

وہ جان و دل سے ہم پہ فدا ہیں بلا شبہ
کہتے ہیں پر عقیدے بدلنا محال ہیں

مجنوں ہوا تھا قیس تو لیلیٰ کو دیکھ کر
یاں بام و در پہ جا بجا آشفتہ حال ہیں

ہر کوئی ہے مریض ، مسیحا کی ہے تلاش
جانے کہاں گئے ہیں جو پُر سانِ حال ہیں

دنیا کو اور رستے پہ ہم لے کے چل پڑیں
پر جس کو دیکھیں اس کے یہاں مست حال ہیں

ہم آگئے ہیں صبح کا مژدہ لئے ہوئے
وہ رات کے ہی خواب سے اب تک نہال ہیں

دیکھو تو کوئی درد میں ہے کون مبتلا
جس کی سُنو دلیلیں ، سبھی بے مثال ہیں

طارق انہیں جگا کے کہو اٹھو اب چلیں
خُلدِ بریں کی نعمتیں ہی لازوال ہیں

غزل

تیغ و تبر کو چھوڑ کر ہم نے قلم پکڑ لیا
دینِ خدائے مصطفٰے کا جو علَم پکڑ لیا

نور کے پیچھے چل پڑے ، بھٹکیں گے کیسے ، ڈر نہیں
اس کے ہی پیروکار تھے ، اس کا قدم پکڑ لیا

دوش نہ دو کہ عشق میں شاہِ عرب پہ ہم فدا
اس کی وفا میں دامنِ شیخِ عجم پکڑ لیا

عشقِ بتاں ترَک کئے، اُس نے صلیب توڑ دی
دیر و کلیسا و حرم ، میں سے ، حرم پکڑ لیا

حسنِ ازل ہے جاوداں ، بت کدے سارے عارضی
اس کو ذرا بتاؤ تو جس نے صنم پکڑ لیا

دیکھا ہے رشک سے اسے جس نے بھی جان وار دی
ہوکے شہید جس نے بھی باغِ ارَم پکڑ لیا

ظلم سکھا رہے تھے جو ان سے رہی مغائرت
جس نے سکھایا پیار پھر وہ ہی دھرم پکڑ لیا

باہمی اختلاف نے فرقے بنا دیے کئی
کرنے تھے جس نے فیصلے، اس کو حَکَم پکڑ لیا

ہم کو خدا کے فضل نے خود یہ دکھایا راستہ
ہم نے فروع چھوڑ کر ، نقطہ اہم پکڑ لیا

ہاتھ جو اس کے ہاتھ میں طارقِ خستہ نے دیا
عجز کی راہ پر چلا، جاہ و حشم پکڑ لیا

غزل

جہاں میں ہم کہیں رہیں، ہماری آب و تاب ہو
ہمارے ساتھ جب چمن میں کِھل رہا گلاب ہو

محبّتوں کی سرزمیں میں روشنی ہو ہر جگہ
کہیں وہ آفتاب ہو ، کہیں وہ ماہ تاب ہو

ملیں ہمیں رفاقتیں ، محبّتیں عنایتیں
کتاب حکمتوں سے پُر ہو پیار جس کا باب ہو

کہانیاں سنی تھیں ہم نے ہجر کی ،وصال کی
یہاں تو اس کا عشق ہی ہمارا انتخاب ہو

ہیں آشیاں اجڑ گئے ، ہے پنچھیو ں نے راہ لی
مرے وطن کی ہر گلی میں یوں لگے عذاب ہو

ستم رسیدہ سب ہوئے ہیں کام کیا کرے کوئی
کہ ہجرتوں کے واسطے قطار میں شباب ہو

پڑھا تھا تم نے جو سبق مروّتوں ، وفاؤں کا
کہیں اسے بھُلا کے یہ نہ زندگی خراب ہو

خدا کرے کہ پھر سے تم کو راحتیں نصیب ہوں
تمہیں ہدایتیں ملیں ، جو رہنما کتاب ہو

طبیب وہ ملے تمہیں جو درد کی دوا کرے
وہ زخم مندمل کرے ، تمہارا ہم رکاب ہو

سوال اس سے کیا کریں ، سنیں وہ جو کہا کرے
تو اس کے ہر جواب پر کہیں کہ لا جواب ہو

چلیے بھی آؤ میکدے ، تمہارے غم بھی دور ہوں
پلا رہا جو حوض پر حَسین اک ، شراب ہو

ہے طارق اب تو خوش ہوا ، سُنا تو سجدے میں گرا
ہے جب سے اس نے کہہ دیا تمہارا کیا حساب ہو

••••••••

غزل

لوٹ کر وقت نہ آیا تو مجھے یاد آیا
ہو گیا اپنا ، پرایا ، تو مجھے یاد آیا

بھول جانا اُسے آساں تو نہیں تھا لیکن
اس نے جب یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

ابتدا کیسے ہوئی عشق میں کچھ یاد نہیں
یہ سبق اس نے پڑھایا تو مجھے یاد آیا

زخم تو اس نے دیے ہوں گے یہ امکان بھی ہے
قصّۂ درد سنایا تو مجھے یاد آیا

باغ میں شور تو بلبل نے مچایا لیکن
گیت خود میں نے جو گایا تو مجھے یاد آیا

اس نے سمجھا تھا مجھے ، میں نے اسے اپنا لباس
پیرہن اس کو بنایا تو مجھے یاد آیا

یہ ہنر اُس نے بہت پیار سے سیکھا ہو گا
اس کے گھر جا کے جو کھایا تو مجھے یاد آیا

اپنے گھر اُس کو محبّت تو ملی ہو گی بہت
ذکر جب اِس کا نہ آیا ، تو مجھے یاد آیا

یاد آتی ہے تو آنسو بھی نکل آتے ہیں
خون آنکھوں نے بہایا تو مجھے یاد آیا

غم کے سایے بھی تو زندہ نہیں رہنے دیتے
بوجھ سینے سے ہٹایا تو مجھے یاد آیا

طارقؔ آزادئ اظہار ملی ہے اب تو
جب کلام اپنا سنایا تو مجھے یاد آیا

•••••••••

غزل

علاجِ دردِ دل کرنے کو آئے ہیں مسیحا تو
مریضِ عشق بھی تیّار ہیں کرنے کو اچھا تو

عدو کو مات دے کر زندگی مُردوں کو بخشی ہے
مقابل پر کوئی آنے کو جو تیّار ہوتا تو

اسے اخلاق سے دل جیتنے تھے اور محبّت سے
تمہیں اچھا بہت لگتا تمہیں طعنے جو دیتا تو

ہیں اس کے چاہنے والے ، فدا جو مال و جاں کر دیں
بہت مہنگا تھا کرتے گر فقط دنیا کا سودا تو

دمِ آخر فرشتہ موت کا آکر دبوچے گا
کہاں بھاگے گا تیری موت کا گر وقت آیا تو

یہ سچ ہے تم نے جوڑا سب تعلّق مال والوں سے
مگر ایسے نہیں ہوتا پرایا مال اپنا تو

عجب ہے دوش دیتے ہو ہمیں رستہ دکھانے کا
ہمارا شکریہ کرتے ، چلو تم نے بتایا تو

تسلّی اور تشفّی کے لئے سامان بھی کرتے
پرکھنے کا ہمیں لیکن ذرا کرتے ارادہ تو

بری الزام سے کرتے ہیں طارق ہم تمہیں دل سے
کہا جو سچ کہا تم نے ، حقیقت ہی کو لکھا تو

••••••••

غزل

خاموش تھے جو نیک مرے کام دیکھ کر
گویا ہوئے ہیں گونگے بھی دُشنام دیکھ کر

بہرے بھی ناچنے لگے ہیں سُن کے جانے کیا
گنجوں نے سر کُھجا لئے حجّام دیکھ کر

پامال آدمی ہوا ہے آدمی کے ہاتھ
حیرت ہے خوش بھی ہو غم و آلام دیکھ کر

سمجھے تھے جیسے اُن کو خدائی ہے مل گئی
اب چپ ہیں سارے گردشِ ایّام دیکھ کر

کس نے کیا رواں انہیں گردش میں چار سُو
آتی نہیں سمجھ انہیں اجرام دیکھ کر

جس کو حقیر جان کے دھتکارتا تھا وہ
حیران اب اسی کا ہے اکرام دیکھ کر

یوں تو نہیں تھا شوق اسے شاعری کا پر
ٹپکی کسی کی رال ہے ، انعام دیکھ کر

عرصہ ہوا کہ اس سے ملاقات تھی ہوئی
حیراں ہوا ہے آج وہ پیغام دیکھ کر

شاعر نے کیا کہا انہیں اس سے غرض نہ تھی
سُنتے رہے وہ بیٹھ کے ، بادام دیکھ کر

ان کی امید پر تو لگے اوس پڑ گئی
سمجھے تھے ہوں گے خوش اسے ناکام دیکھ کر

کہتے ہیں انتخاب سے گزرے ہیں اب تو وہ
شرمندہ کون ہو بھلا یہ کام دیکھ کر

طارق فریبِ عشق سے کتنے ہوئے خراب
پیچھے ہٹے نہیں مگر انجام دیکھ کر

....

غزل

محبت کے لئے بس اک بہانے کی ضرورت ہے
کہیں دل پر ذرا سی چوٹ کھانے کی ضرورت ہے

ہمیں بھی آرزو تھی عشق کا اظہار کرنے کی
مگر اس کے لئے موسم ، سہانے کی ضرورت ہے

چلے جائیں اگر محفل میں ساقی ، جام لے آئے
ہمیں تو میکدے تک ، صرف جانے کی ضرورت ہے

سکوں کب ہے ، یہ ہنگامے بڑے آزار دیتے ہیں
مگر لوگوں کی جراءت آزمانے کی ضرورت ہے

مقدّر میں تڑپنا ہی اگر لکھا ہے تڑپیں گے
مگر اس کے لئے بھی تیر کھانے کی ضرورت ہے

زمانے نے بہت ، بچوں سے کھیلی ، خون کی ہولی
انہیں لوری سنا کراب سلانے کی ضرورت ہے

نہیں ظالم کو اندازہ کہاں تک جا چکا ہے وہ
ہمیں مل کر ضمیر اُس کا جگانے کی ضرورت ہے

کئی دنیا نے بدلے رنگ لیکن پھر بھی کی اپنی
ہمیں اب اس پہ اپنا حق جتانے کی ضرورت ہے

بس اپنے گھر میں بیٹھو ، مان جائیں وہ جو کہتے ہیں
نہ آنے کی ضرورت ہے نہ جانے کی ضرورت ہے

ہماری حاجتیں پوری کر ے گا خود ہی وہ دلبر
ہمیں طارِق خدا سے لو لگانے کی ضرورت ہے

غزل

سُنو گر حوصلہ رکھتے ہو کُچھ تنقید سننے کا
نرا لفّاظی ہی مقصد نہیں ہے شعر کہنے کا

فقط ذکرِ گُل و بلبل نہ ہو ، پیغام ہو کوئی
سبق جس سے ملے کوئی یہاں مل جُل کے رہنے کا

اگر لفظوں میں سچ کو جھوٹ ثابت کر دیا جائے
تو پھر معیار ہے یہ قوم کے اخلاق گرنے کا

مرے الفاظ تب اشعار کی صورت میں ڈھلتے ہیں
تسلّی دل کو دے جب تجربہ سچ کو پرکھنے کا

جو بیٹھے آئینے کے سامنے گھنٹوں لگاتے ہیں
ودیعت ان کو قدرت نے کیا جذبہ سنورنے کا

مگر جس کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے سنوارا ہے
نہیں محتاج وہ ہوتا کسی صورت بھی گہنے کا

مجھے سچائی کی خوشبو ہمیشہ اچھی لگتی ہے
اگر چہ پیش کر دے کوئی جھوٹا پھول سونے کا

کہاں تک ہم نے جانا ہے مسافر دو گھڑی کے ہیں
نہ جانے وقت کب آ جائے گاڑی سے اترنے کا

مگر حق بات طارقؔ تم یونہی کہتے چلے جانا
سنے گا ، حوصلہ جس کو بھی ہو گا کان دھرنے کا

••••••••

غزل

یہی دستور سنتے آئے ہیں اب تک زمانے کا
گرا جو آشیاں ، سوچے گا واپس کون رکھنے کا

سُنو گر حوصلہ رکھتے ہو کُچھ تنقید سننے کا
نرا لفّاظی ہی مقصد نہیں ہے شعر کہنے کا

فقط ذکرِ گُل و بلبل نہ ہو ، پیغام ہو کوئی
سبق جس سے ملے کوئی یہاں مل جُل کے رہنے کا

اگر لفظوں میں سچ کو جھوٹ ثابت کر دیا جائے
تو پھر معیار ہے یہ قوم کے اخلاق گرنے کا

مرے الفاظ تب اشعار کی صورت میں ڈھلتے ہیں
تسلّی دل کو دے جب تجربہ سچ کو پرکھنے کا

جو بیٹھے آئینے کے سامنے گھنٹوں لگاتے ہیں
ودیعت ان کو قدرت نے کیا جذبہ سنورنے کا

مگر جس کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے سنوارا ہے
نہیں محتاج وہ ہوتا کسی صورت بھی گہنے کا

مجھے سچائی کی خوشبو ہمیشہ اچھی لگتی ہے
اگر چہ پیش کر دے کوئی جھوٹا پھول سونے کا

کہاں تک ہم نے جانا ہے مسافر دو گھڑی کے ہیں
نہ جانے وقت کب آ جائے گاڑی سے اترنے کا

مگر حق بات طارقؔ تم یونہی کہتے چلے جانا
سنے گا ، حوصلہ جس کو بھی ہو گا کان دھرنے کا

غزل

راگ الفت کا چھیڑ آدھی رات
اپنے دُکھڑے سہیڑ ، آدھی رات

گر کے سجدے میں گریہ زاری کر
تُو کواڑوں کو بھیڑ ، آدھی رات

وہ جو دل میں گناہ راسخ ہیں
ان کو جڑ سے اکھیڑ ، آدھی رات

اگلی نسلوں تلک جو پھل دیں گے
بو وہ نیکی کے پیڑ ، آدھی رات

دن گزر جائے کارِ دنیا میں
دل کے جھگڑے نبیڑ ، آدھی رات

سچی جھوٹی کہانیاں ساری
ذہن میں مت گھسیڑ ، آدھی رات

معرفت کے نکات تک پہنچے
دے تخیّل کو ایڑ ، آدھی رات

واہمے جن سے شیطنت جاگے
اُن کو دل سے کُھدیڑ آدھی رات

وسوسے تنگ جو کریں طارقؔ
ان کے بخیے ادھیڑ ، آدھی رات

••••••••

غزل

رات پھر جاگ کر گزاری ہے
نیند پر کب اجارہ داری ہے

عشق میں اس کے ہو گئے گھائل
لگ گیا اب تو زخم کاری ہے

جب بھی سوئے جگا دیا اس نے
کس کی سپنوں پہ پہرہ داری ہے

جب سے دیکھا ہے روبرو اس کو
ذکر اس کا ہی لب پہ جاری ہے

جس کو سمجھے تھے راز داں اپنا
وہ رقابت میں سب پہ بھاری ہے

آتشِ عشق میں جلے خاکی
یا تو نُوری ہے یا وہ ناری ہے

ہوں گے ہم سے بھی وہ کبھی گویا
ایسی قسمت کہاں ہماری ہے

دیکھ کر گفتگو رقیبوں سے
دل پہ چلتی ہمارے ، آری ہے

حسن ظاہر نہیں ہوا سب پر
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ان دنوں بام پر وہ آتا ہے
شرط ملنے کی آہ و زاری ہے

طارق اس کی گلی میں بیٹھیں گے
ہم کو اس کی گلی ہی پیاری ہے

•••••••••

غزل

ایک دن اور ہے گزرا مری تنہائی کا
وقت ملتا ہی نہیں تجھ سے شناسائی کا

شعر کہہ لیتا ہوں جب یاد تری آتی ہے
کچھ مجھے شوق تو ہے قافیہ پیمائی کا

میں بیاں کر دوں کبھی ان کے خیالات اگر
مجھ پہ الزام وہ دیں حاشیہ آرائی کا

پھول مُرجھا گئے پتّے ہیں پڑے رستوں پہ اب
کس کو فرصت ہے کہ سوچے چمن آرائی کا

داد دینے کو کرائے پہ بھی مل جاتے ہیں لوگ
مسئلہ ہوتا ہے ہر وقت پذیرائی کا

خود کو ظالم تُو سمجھتا نہیں پر سوچ ذرا
اب تو جگ بھر میں ہے چرچا تری رسوائی کا

زخم کھا کر چلے آئے وہ مداوا کرنے
جانتے ہیں کسے دعوٰی ہے مسیحائی کا

جانے کس بات پہ ہے ان کو توقّع اتنی
چند گھڑیوں کا ہے یہ کھیل تماشائی کا

طارق اب ذوقِ سماعت بھی کہاں لوگوں میں
شور لگنے لگا اب ساز بھی شہنائی کا

....

غزل

عدو ، مایوس صورت دیکھ کر کَس دے نہ آوازہ
کسی نے کھٹکھٹایا ہے ترا در ، کھول دروازہ

گناہوں سے مرے بڑھ کر ، تری بخشش ، دریں چہ شک
تری رحمت کا کر سکتا ہے کیسے کوئی اندازہ

الٰہی بخش دے میری خطائیں ، جانتا ہے تُو
مجھے طاقت کہاں میں بھر سکوں گا ان کا خمیازہ

انہیں توفیق دے آپس میں مل بیٹھیں تری خاطر
کہ امّت کا تری ، بکھرا ہوا ہے دیکھ شیرازہ

حسیں صورت بنا کر دھوکہ دیتے ہیں گلی والے
کہاں پہچان پائیں گے ، مَلا چہرے پہ ہے غازہ

یہ تیرے نام لیوا ختم ہونے کو ہیں دنیا میں
تبہ ہوں گے نہ آئی تجھ سے گر کوئی کُمک تازہ

رہی بندی خدا کی ، آسیہ ، فرعون کے گھر میں
بنو مریم صفت طارق ، منیبہ تھی بے اندازہ

....

خِرَد محوِ تماشا ہے۔۔۔

عدو تیری نگہ کے سامنے ، ڈھاتا قیامت ہے
اگر چاہے تو اس کو روک دے ، تجھ کو یہ طاقت ہے

مرے مولا ترے ہاتھوں میں عزّت اور ذلّت ہے
تو پھر کیوں غیر کے ہاتھوں ہوئی رُسوا یہ ملّت ہے

تباہی میں تری امّت کی ، شامل ہے تری مرضی !
سمجھ آتا نہیں ، اس ظلم کی کیونکر اجازت ہے

خِرَد محوِ تماشا ہے کہ آخر یہ ہوا کیوں کر
وہ ششدر ہے کہ اس میں بھی خدا کی کوئی حکمت ہے؟

مگر تاریخ دیکھیں تو بتاتی ہے یہی پیارو
" خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے آتی نصرت ہے "

وہ خود دشمن کے ہاتھوں ہی چڑھا دیتی ہے پھانسی پر
جلاتی ہے ، ڈبوتی ہے ، بناتی لاش عبرت ہے

یہ بندہ بھول جاتا ہے ،کہ توبہ کی طرف آئے
غضب میں وہ جو دھیما ہے ، بشر اس کی ہی خلقت ہے

ذرا سوچو ! ، نہ آیا ہو کوئی اس کا نمائندہ !
مکذّب جس کا ہو کر قوم نے پائی ہزیمت ہے

نظر دوڑاؤ دیکھو تو کہ دنیا میں ملی کس کو
تراجم کر کے قرآں پیش کرنے کی سعادت ہے

ہمارا کام طارقؔ ہے فقط آواز دے دینا
وہ آخر کار خود آئے گا جس کی نیک فطرت ہے

برکت اسی کی ہے یہ ثمر کھا رہے ہیں ہم

تیزی سے رِفعتوں کی طرف جا رہے ہیں ہم
نغمے خدا کی حمد کے جو گا رہے ہیں ہم

احمد کے ہاتھ سے لگے ہم پھول جا بجا
خوشبو اسی کی ہے جسے بکھرا رہے ہیں ہم

پودے لگائے پیار کے خود اُس نے ہاتھ سے
برکت اسی کی ہے یہ ثمر کھا رہے ہیں ہم

سینچے گئے ہیں چشمۂ عرفاں سے بار بار
شاداب شاخیں ہر جگہ پھیلا رہے ہیں ہم

ساقی نے ہاتھ میں دیا ہے جام اس لئے
خود پی کے دوسروں کو بھی پلا رہے ہیں ہم

دیکھا ہے اس کے فیض کا جو چشمۂ رواں
اس سَمت تِشنہ روحوں کو اب لا رہے ہیں ہم

باہر اندھیری رات ہے ، اک شمع کے طفیل
نوروں میں اپنے آپ کو نہلا رہے ہیں ہم

اب چار سُو جہان میں چرچا اسی کا ہے
آؤ اٹھو ہے دن چڑھا ، بتلا رہے ہیں ہم

واجِب ہے ہم پہ شکر کے سجدے کیا کریں
آگے امام پیچھے چلے جا رہے ہیں ہم

طارق خدا کے فضل کا کیونکر کریں شمار
اُس کی دُعا کا فیض سبھی پا رہے ہیں ہم

1974ء اسمبلی کا فیصلہ

وہ دیکھنے میں سارے ذہین و فطین تھے
سب تھے یسار میں کھڑے ، اک وہ یمین تھے

دیکھا بلند مرتبہ ، اس کے معین تھے
دشمن تھے اس کے جو ہوئے سارے مُہین تھے

مجھ پر ہی اس کے حُسن کا سایہ پڑا نہ تھا
جو اس کے ارد گرد تھے ، سارے حسین تھے

دیکھا تو ہو گا جب کبھی نکلا ہے اوٹ سے
وہ چاند تھا ، رفیق سبھی، مہ جبین تھے

میرا قصور تھا یہی، قائل میں ہو گیا
سچائی کے ثبوت، قوی و متین تھے

میں جانتا تھا فیصلہ ہو گا مرے خلاف
بیٹھے عدالتوں میں تو "صادق امین" تھے

منصف تھے، دعوے دار تھے ، خود ہی وہ تھے وکیل
ہم نے تو پیش کر دیے قولِ مبین تھے

حیرت ہے پیش جو ہوئے تھے وہ سبھی گواہ
اس کے ہی شہر، اس کی گلی کے مکین تھے

تاریخ جس سے پُر ہے ، تھی ایسی ہی اک مثال
حق بات کے خلاف سب شہ کے قرین تھے

طارقؔ اسی لیے تو ہمیں کر دیا الگ
ہم اک طرف جو راستی پہ بالیقین تھے

(مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 27 فروری 2024ء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

سادہ پُر حکمت کلام ایجاز تھا
حسن اور احسان کا غمّاز تھا

اس کے بچپن کا ابھی آغاز تھا
نیک فطرت کا ہوا دمساز تھا

گرچہ حکمت سے بھرا انداز تھا
سچ کی بچپن سے رہا آواز تھا

اس نے جانا نغمۂ توحید ہی
نغمہ ہائے زندگی کا ساز تھا

جانتا تھا اس کی ہے کیا کیا سزا
بولنے سے سچ ، کب آیا باز تھا

اس کے آگے ہو کے خالص جھک گیا
وہ خدا کی راہ کا جاں باز تھا

زندگی جدّو جہد کا نام ہے
پا گیا وہ زندگی کا راز تھا

خود خدا اس کی وفا پر ہے گواہ
وہ خدا کا بندۂ ممتاز تھا

آل میں اس کی محمدؐ کا شمار
یہ خلیل اللہ کا اعزاز تھا

آگ میں ڈالا گیا طارق ، مگر
اس پہ ٹھنڈی ہو گئی ، اعجاز تھا

••••••••

حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ

جس کے قبضے میں ہیں دل ، ایسا وہ ساحر بھی ہے
سانپ کو رسّی بنانے کا وہ ماہر بھی ہے

ہنستے ہنستے وہ رُلا کر ہے دلوں کو دھوتا
وہ جو اطہر بھی مطہّر بھی ہے طاہر بھی ہے

وہ مسیحا بھی ہے استاد بھی ہے عالم بھی
وہ جو منصور بھی ہے دین کا ناصر بھی ہے

وہ جو تقریر فسوں خیز کرے ، دل جیتے
وہ نہیں نثر میں ہی طاق ، وہ شاعر بھی ہے

اس کے جذباتِ محبّت سے پگھلتے دل ہیں
ایک دنیا ہے ، سمجھنے سے جو قاصر بھی ہے

خیرہ ہوتی ہیں نگاہیں جو نظر اس پہ پڑے
حسن اس کا نہیں اندر ہی ، وہ باہر بھی ہے

رعب سے دی گئی نصرت اسے ہر گام پہ ہے
ہر قدم فتح ملی اس کو جو ظاہر بھی ہے

معجزے آنکھوں سے دیکھے جو دکھائے اس نے
تھا دعاؤں میں اثر پہلے بھی ، آخر بھی ہے

طارق آتا ہے جو ٹی وی پہ تو ایسا ہی لگے
حق کا پیغام سدا دینے کو حاضر بھی ہے

....

آئین خود ہی اک دن سرکار توڑ دو گے

گنبد کو توڑ دو گے ، مینار توڑ دو گے
تم مسجدیں بھی شاید دو چار توڑ دو گے

آخر کو کیا ملے گا ، کلمہ تمہیں مٹا کے
حق کا جو ہو رہا تھا ، اظہار توڑ دو گے

ایمان سے منوّر توڑو گے دل یہ کیسے
ان پر رقم خدا کا ، کیا پیار توڑ دو گے

نقصاں کرو گے کس کا ، ثابت کرو گے کیا تم
جب باغ کے شجر تم پھلدار توڑ دو گے

آپس میں گو لڑو تم ، سازش تو یہ کرو تم
توحید کا دلوں سے اقرار توڑ دو گے

تم نفس کے پجاری، ایمان سے ہو عاری
کرسی ملے تو دیں کا پندار توڑ دو گے

کلمہ سے کیا غرض ہے ، مقصد فساد سے ہے
جس کے لئے ہر اک حد ، ہر بار توڑ دو گے

پہلے بھی تم سے آئے ، حربے سب آزمائے
کچھ بھی نہ کام آئے ، اوزار توڑ دو گے

ہم جیل میں گئے ہیں پہلے بھی اس کی خاطر
سینے بنیں گے پھر سے دیوار ، توڑ دو گے؟

تاریخ کو اُٹھا کر دیکھو تو اک نظر تم
تم نے کئے جو وعدے ، ہر بار توڑ دو گے

تم آئینے سے ڈر کے چہرہ چھپا رہے ہو
آئین خود ہی اک دن سرکار توڑ دو گے

طارق لکھا ہے کلمہ ہر احمدی کے دل پر
ان سے کہو یہ دل پھر ، اک بار توڑ دو گے

....

تیسری جنگِ عظیم روکو۔ مہم

اے سخنور اُٹھ کہ وابستہ ہے تُجھ سے انقلاب
تھام لے اپنا قلم اب چھوڑ طاؤس و رباب

پھیلتا جاتا ہے بحر و بر میں ہر جانب فساد
دیکھ لے اخلاق سے عاری ہوئے اہلِ کتاب

دہریوں سے کیا گلہ ان کا خدا کوئی نہیں
ہے خدا کے نام لیواؤں پہ بھی اس کا عتاب

دسترس دل تک نہیں ہے نور کی ، پردے پڑے
روشنی تو دے رہے ہیں آفتاب و ماہتاب

رہبروں میں اہلِ دانش کا بڑا فقدان ہے
آ گیا سیلاب کہتے ہیں نظر آئے سراب

ہوش میں لانا ہے ان کو بھی سلیقے سے ہمیں
جن کی گھٹی میں پڑا ہے رات دن پینا شراب

خود سری، لالچ ، تعصّب ، ضد ہے اور ذاتی مفاد
مل کے ساری کر رہی ہیں عادتیں ان کو خراب

دے کے دروازے پہ دستک گر جگائیں گے نہ ہم
کیا بچائیں گے وہ طارق ، جو رہیں گے محوِ خواب

••••••••

خلافت۔۔۔قدرتِ ثانیہ

قدرتِ اوّل کے بعد آئی ، خلافت کی بہار
تھی خبر یہ بھی کہ اب ، آتی رہے گی بار بار

دوسری قدرت ، مسیحا کی خلافت کا ظہور
فیض پائیں گے ، خلیفہ پر ہوا جن کا مدار

لوگ سو باتیں کریں ، ہم کو خلافت ہے عزیز
ہم ہوئے اس پر فدا ، ہے جان و دل اس پر نثار

دودھ میں مائیں پلاتی ہیں محبّت کی شراب
ماؤں سے بڑھ کر ، خلافت سے ہوا ، بچوں کو پیار

ہر طرف ناکامیوں نے ڈھیر ان کو کر دیا
دشمنوں نے گرچہ تدبیریں تو کی ہیں صد ہزار

فتح و نصرت ہے مقدّر میں خلافت کے ہمیش
اور مخالف کے لئے ذلّت لکھی ہے بے شمار

ہے پریشانی عیاں اب ان کے چہرے سے ہوئی
دُور جا کر ، کُل نظر آتی ہے اب تاریک و تار

دشتِ ویراں اک طرف جس پر برستی نار ہے
اک طرف گلشن ہے ، رونق ہے جہاں لیل و نہار

جو ہیں وابستہ خلافت سے بشارت ہو انہیں
گِرد ان کے ہے ، حفاظت کو فرشتوں کا حصار

جان جائیں گر خلافت کی اطاعت کے فیوض
اس کے ہاتھوں پر کریں بیعت سبھی دیوانہ وار

ہم ہیں خوش قسمت جو طارقؔ ، اس کے در پر آ پڑے
اس کی خاطر دل دھڑکتے ہیں جو ہو کر بے قرار

••••••••

طوافِ کعبہ

جنوں میں ، تیرے میں گھر کا ، طواف کرتا ہوں
گناہ تیرے، یہ کہہ دے ، معاف کرتا ہوں

تُو جانتا ہے کہ نادِم ہوں میں گناہوں پر
بہا کے اشک ، جو دل ، پاک صاف کرتا ہوں

میں ہر قدم پہ ترا شکر ، تیری حمد کروں
کہ اختیار یہ رستہ ، مَطاف کرتا ہوں

تری رضا مرا مقصودِ زندگی ہر دم
تُو روک دے جو میں اس کے خلاف کرتا ہوں

لباسِ تقویٰ مکمل ّ ہو ، وہ رفو کر دے
گناہ کر کے جو اس میں شِگاف کرتا ہوں

نگاہِ لطف تری کا ہوا ہوں میں طالب
اسی لئے ترے گھر کا طواف کرتا ہوں

قبول کر لے دعائیں تُو اپنے بندے کی
تجھے یہ عرض پکڑ کر غِلاف کرتا ہوں

میں عبد ہوں ترا معبود ہے تو طارق کا
ہر ایک شرک سے میں انحراف کرتا ہوں

••••••••

قوسِ قُزح

قوسِ قُزح کے کتنے رنگ
بکھریں جب تو اتنے رنگ

بوجھو کیا ہے نور کا رنگ
کوئی نہ ڈالے رنگ میں بھنگ

اڑ جائے جو کٹی پتنگ
ورنہ سب کا ایک ہی رنگ

دھوپ کہیں اور چھاؤں کہیں
جیون کے ہیں سارے رنگ

پانی کے قطروں میں دیکھ
پھوٹیں کرنیں ان کے سنگ

آئے نظر پھر نور کا رنگ
دیکھ فلک پر ہیں ست رنگ

نور ہے جو دل پر اترے
رہتی ہے پر نار سے جنگ

اک جانب ابلیس کھڑا
دیکھ فرشتے بھی ہوں تنگ

اللہ ھو میں چھپ جائیں وہ
نعرہ ماریں یار ملنگ

گیت کے کتنے ہوں آہنگ
دل کو چھو لیں جو ہم رنگ

ہر کوئی چاہے تو اتنا
پھول چمن کے ہوں خوش رنگ

سُرخی کے آثار ہیں دیکھو
پھیل نہ جائے لہو کا رنگ

جانے کتنے ننگ دھڑنگ
کہتے ہیں خود کو جو ملنگ

پھونکیں مار کے بیچیں دیں
عقل ہوئی ہے ان پر دنگ

جیتے اب جس کا ہے قلم
چھوڑے ہاتھ سے تیر تُفنگ

چلتا ہے وہ اس کے سنگ
جینے کی ہے جس کو امنگ

دیکھیں مچھلی پکڑے کون
جھیل میں بگلے اور نہنگ

ایک کو مانو ایک رہو
ورنہ چھڑ جائے گی جنگ

دیکھ انہیں اور ان سے سیکھ
قوسِ قُزح میں سارے رنگ

بکھریں جب تو کتنے رنگ
مل جائیں تو ہیں یک رنگ

•••••••••••

آ گیا پھر وصل کا موسم مہِ رمضان میں

آ گیا پھر وصل کا موسم مہِ رمضان میں
دور ہوتے ہیں مرے سب غم مہِ رمضان میں

جلد پھر جاگا کریں گے رات کے پچھلے پہر
اس دفعہ کھائیں گے بھی کچھ کم مہِ رمضان میں

ایک مدّت سے چلی آتی ہے راہ و رسم یہ
اُلفتِ قرآں بڑھے ، یکدم مہِ رمضان میں

رات دن وصلِ خدا کی آس میں رہتے ہوئے
ہے عبادت روز و شب مُدغم مہِ رمضان میں

باندھ زنجیروں میں لیتا ہے خدا شیطان کو
ہاتھ میں نیکی کا پرچم دے مہِ رمضان میں

جب کہ سحری میں رکھی برکت خدا نے خاص ہے
آب افطاری میں ہے ، زم زم مہِ رمضان میں

اُس کا وعدہ ہے بنے گا اجر خود اس کا خدا
فائدہ روزوں کا ہے کیا کم ، مہِ رمضان میں؟

گفتگو کرتا ہے بندے سے خدا اس ماہ میں
فضل پائیں اور بڑھ کر ہم مہِ رمضان میں

ہم منائیں لحہ لحہ ، روز خوشیوں کا سماں
عید اور شب رات کا سنگم مہِ رمضان میں

طارق آ جاتا ہے جو ہر سال خوشیوں کو لئے
پھر بہاروں کا ہوا موسم مہِ رمضان میں

••••••••

جاں بھی فدا ہوئی تو کہاں قرض اتار دے

بن مانگے دے رہا ہے خدا ، بار بار دے
جب جس کی چاہتا ہے وہ قسمت سنوار دے

اس کے حضور جھک کے کریں التجائیں جو
کرنے کو سارے کام فرشتے اتار دے

واجب ہے اس کا شکر کرے بندہ ہر گھڑی
دیتا ہے ایک دکھ تو وہ نعمت ہزار دے

طوفان لے کے آئے غضب میں وہ جب بڑھے
کشتی میں پھر کسی کسی کو پار اتار دے

جس دل میں اپنے پیار کی دیکھے وہ اک جھلک
لاکھوں گنا وہ آگے ہو کے اس کو پیار دے

ایسے بھی تو وفا کا کبھی امتحان لے
صیقل کرے وہ دشت میں جس کو اتار دے

پتھر کو بھی بنائے وہ سونے کی اک ڈلی
کندن بنا کے ہاتھ سے اپنے نکھار دے

دے کر وہ حکم باپ کو بیٹا کرو فدا
بیٹے کو پھر ہٹا کے وہ مینڈھا اتار دے

جب ہر قدم پہ ساتھ وہ دیتا ہے پیار سے
بندے کا بھی تو حق ہے وہ بھی جان وار دے

پڑتی ہیں جب ہمارے سر پہ آزمائشیں
" وہ دل ہی کیا جو خوف سے میدان ہار دے "

طارق اسی کی دی ہوئی ہے جب یہ زندگی
جاں بھی فدا ہوئی تو کہاں قرض اتار دے

....

اسلام آباد میں نمازِ فجر

(10 مارچ 2024)

خوش ہو کبھی ہمیں بھی وہ ناکام دیکھ کر
حسرت عدو کے دل میں رہی نام دیکھ کر

مرعوبِ احتشام تھے پیغام دیکھ کر
دار الخلافہ ، مر کزِ اسلام دیکھ کر

اسلام آباد آ گئے انصار مل کے ہم
تھا جس کا اہتمام صدا عام دیکھ کر

آقا کی اقتدا میں پڑھیں فجر کی نماز
آئے تھے تیز گام ، یہ ہنگام دیکھ کر

ہم اس کی پیروی میں چلیں وہ چلے جہاں
جس نے بھی اب زُمام لی ہے تھام ، دیکھ کر

آغاز دن کا خوب تھا، اس پر نظر پڑی
چہرے پہ ابتسام تھا ، ہر گام دیکھ کر

انصار تک تو ہم کو سمجھ آ رہی تھی بات
جی خوش ہوا بہت یہاں خدّام دیکھ کر

دل انبساط سے بھرا ، ہم آگئے یہاں
حیراں تھے اِزدِحام ، سرِ عام دیکھ کر

حضرت خلیفہ رابع کے مزار پر گئے
رُکتا ہے خاص و عام وہاں نام دیکھ کر

روحوں کو خوب سیر کیا تھا نماز نے
حیران ، انتظامِ ذہن و کام دیکھ کر

لنگر مسیح کا تھا کُھلا برکتیں لئے
وہ ایک فیضِ عامِ صبح و شام دیکھ کر

طارقؔ خدا کے فضل سے توفیق یہ ملی
ہوتے ہیں شاد کام یہ انعام دیکھ کر

••••••••

ماہِ رمضان ہے، احسانِ خدا دیکھو تو

ماہِ رمضان ہے ، احسانِ خدا دیکھو تو
شانِ رمضان بھی ہے سب سے جُدا دیکھو تو

لے کے ہر سال چلا آتا ہے بخشش کی نوید
ماہِ رمضان کی ہے کیسی ادا دیکھو تو

ابرِ باراں سے کہیں بڑھ کے ہے رحمت اس کی
فضل کی ہوتی ہے بارش جو گھٹا دیکھو تو

آزماؤ تو سہی ، دل سے ارادہ کر کے
اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

کیسے چھٹ جاتے ہیں اندھیرے غمِ دنیا کے
کیسے امّید کا روشن ہو دیا ، دیکھو تو

کام دنیا کے نہ اسباب تمہارے آئے
اپنے رب سے بھی کبھی کر کے وفا دیکھو تو

آپ ہی ذات کا اپنی وہ تمہیں دے گا ثبوت
خواہشِ وصل ، طلب کر کے لقا ، دیکھو تو

طارقؔ اس ماہ میں دل پر ہو فرشتوں کا نزول
عرش سے جیسے اتر آئے ، خدا دیکھو تو

....

شدّت سے ہو ترا مہِ صیام، انتظار

شدّت سے ہو ترا مہِ صیام ، انتظار
تجھ میں خدا سے رابطہ ہوتا ہے استوار

رحمت ہو پہلے عشرے میں ، دوجے میں مغفرت
پائے جو تیسرا کہاں چھوتی ہے اس کو نار

یہ امتحان صبر کا ، اس میں سکوں نہاں
جس کے نصیب میں ہو یہ کب ہو وہ بے قرار

کرتا ہے سب گناہ وہ اس ماہ میں معاف
آئندہ اُن سے بچنے کے ساماں ہیں بے شمار

جو اس کے در پہ جائے گا بخشش ہی پائے گا
رمضان ہی پناہ ، حفاظت کا ہے حصار

صد شکر اپنی زندگی میں آ گیا ہے پھر
کیونکر ہو رب کی نعمتوں کا ، بندے سے شمار

قرآن کا نزول اسی ماہ میں ہوا
جس پر عمل بچائے ، جو شیطان کا ہو وار

لازم ہے تر رہے زباں اس پر درود سے
ملتی ہیں جس کی پیروی میں نعمتیں ہزار

طارق ہے خوش نصیب وہ جس کو ملا یہ ماہ
بخشش پھر اُس کی ہو گئی ، گزرا جو اِس کے پار

....

نظم

یہ ممکن نہیں کوئی توبہ کرے
نہ جب تک خدا اُس کو توفیق دے

مبارک جو ہاتھ اس کا ہی تھام لے
سکینت کی وادی میں اترا کرے

خدایا مرے سب گنہ بخش دے
نہ ہو یہ، ترے سامنے دل ڈرے

جو دامن مرا پاک ہو ، صاف ہو
ترا قرب پاؤں نہ جاؤں پرے

طلب گارِ بخشش اگر دل رہے
خدا بھی حفاظت میں اپنی رکھے

جو جیتے تُو خود کو کہے با کمال
جو ہارے تو دوش اِس کا قسمت کو دے

ترا حال کیسا عجب ہو گیا
نہ ہو ایسے دیکھے ، کوئی تو ہنسے

اگر زندگی ہے تو یہ زندگی
تمہارا خدا تم سے راضی رہے

تمہارا سبھی کچھ فدا اس پہ ہو
کوئی شے بھی اپنی نہ باقی رہے

ذرا سی فقط ہے تُو اک مشتِ خاک
یہی کہہ کے طارقؔ ، خدا بخش دے

"ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اُس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں"

مجھے خدا تعالیٰ نے یہ فقرے اس لیے بتائے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ اگر اپنی دعاؤں میں یہ فقرے کہیں گے تو اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہوا کریں گی۔ گویا یہ دعا کی قبولیت کا ایک القائی نسخہ ہے۔

(خطباتِ محمود جلد 37 صفحہ 529)

مناجات

" ہر قدم ہے توجّہ ، خدا کی طرف
اور اس کی رضا کی ہمیں جستجُو "

وہ مخاطب ہوا مجھ سے کہہ کر کہ تُو
کر رہا ہے مرے پیار کی جستجُو
مجھ سے ملنے کی رکھتا ہے تُو آرزو
تیری آنکھوں سے ہے جو رواں آب جُو

دل میں رہتا ہے تیرے سدا اللّٰہ ہُو
تیرا حق ہے کرے مجھ سے تُو گفتگُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

تُو نے چھوڑا ہے میرے لئے سب جہاں
نعمتیں میں نے دیں جو ہیں تجھ پر عیاں
شکر سے ہر گھڑی تیری تر ہے زباں
صبر کرتا ہے تُو آئے گر امتحاں

ہے تجھے جاں سے پیاری مری آبرو
ہے مرے ذکر سے گرم تیرا لہو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

یہ بنے ہیں جو سارے زمان و مکاں
تیری خاطر بنائے ہیں دونوں جہاں
ہے ترے دل میں ، میری محبّت نہاں
تُجھ کو اندازہ کیا تُو کہاں میں کہاں

دیکھ سکتا نہیں تُو مجھے رُو برو
میرا جلوہ مگر ہے یہاں چار سُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

میں تو اس کی عنایت پہ حیراں ہوا
ذات کا اس کی مجھ کو جو عرفاں ہوا
اس کی رحمت کا شفقت کا جویاں ہوا
دیکھ کر مہرباں ، اس پہ قرباں ہوا

آزمائش میں جو ہو گیا سُرخرو
اس کا دل پا گیا رازِ لَا تقنَطُوا
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

آمنہ کے بطن سے ہویدا ہوا
دیکھ کر جو تِرا حسن شیدا ہوا
اُس کے دل میں تُو مثلِ سُویدا ہوا
پھر ، نہ عاشق کبھی ویسا پیدا ہوا

تیرے جیسا نہیں ہے کوئی خوبرو
ہم کھڑے ہوں ترے سامنے با وضو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

بھیجیں گر اپنے محسن پہ لاکھوں درود
ہیں یہ الفاظ کانوں میں جیسے سرود
ہو خدا کا دلوں پر ہمارے ورود
ہو لقا ، یوں تو ہیں ، بندگی کی حدود

" ہر قدم ہے توجّہ ، خدا کی طرف
اور اس کی رضا کی ہمیں جستجُو "
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

....

فلسطینیوں کی عید

عید کیسے منائیں گے ہم دوستو
شرم سے مر نہ جائیں گے ہم دوستو

گھر کھنڈر ہو گئے ، شہر ویران ہیں
گُم ہوئے ہیں جو بچّے وہ حیران ہیں
جو بچے والدین ، اب پریشان ہیں
دوڑتے بم دھماکوں کے دوران ہیں
کیا کبھی ایسے بھی دیکھے رمضان ہیں
خوں میں لپٹے ہوئے یاں مسلمان ہیں

لوٹ کر گھر کو جائیں گے ہم دوستو
عید تب ہی منائیں گے ہم دوستو

ہم ہیں ارضِ مقدّس کے جو تھے امیں
گھر سے اپنے نکالے گئے ہیں مکیں
یہ فلسطین نبیوں کی ہے سر زمیں
ہے چمکتا جو دیکھو تو نُورِ جبیں
لوٹ آنے کے ، وعدوں پہ بھی ہے یقیں
" قولِ اُملِی لَھُم ، اِنَّ کَیدی متیں "

عید کیا پھر منائیں گے ہم دوستو
خود کو مجرم نہ پائیں گے ہم دوستو؟

یہ تو ملّت پہ حملہ بدستور ہے
ہر مسلماں نشے میں مگر چُور ہے
وہ تو کہتا ہے جنّت بہت دور ہے
لے کے چلتا اسے وعدۂ حور ہے
جانتا ہی نہیں عقل کیا نُور ہے
اس کو دِکھتا لرزتا ہوا طُور ہے

جانے کب مسکرائیں گے ہم دوستو
عید کیسے منائیں گے ہم دوستو

ایک دن جب بھی آئے گی نصرت ہمیں
کیا نہ پھر سے دلائے گی عزّت ہمیں
کچھ ملی تو ہے ورثے میں جراءت ہمیں
زندہ رکھے گی کچھ دیر غیرت ہمیں
گر مدد دے خدا کی عنایت ہمیں
سب ملیں گر تو مل جائے طاقت ہمیں
دل میں سپنے سجائیں گے ہم دوستو
جب بھی تعبیر پائیں گے ہم دوستو

بہہ گیا کتنا اب تک ہے خوں دوستو
کون ہے جس کو ہے یہ جنوں دوستو

ہے یہ دجّالیت کا فسوں دوستو
اور کیا ذکر تم سے کروں دوستو
کون ہے جس کو اپنا کہوں دوستو
ہے مرا حال بے حال کیوں دوستو

شکر کس کو دکھائیں گے ہم دوستو
عید کیسے منائیں گے ہم دوستو

....

”بر وفات خالہ جان، امتہ السلام صاحبہ
23مارچ2024“

دل پر یہ دُکھ لیا ہے ہر اک خاص و عام نے
داغِ مفارقت دیا ، اَمَتہ السّلام نے

خوش خُلق تھیں وہ صابر و شاکر ، وفا شعار
مہماں نواز تھیں وہ متیں اور باوقار

صوم و صلٰوت کی رہیں پابند عمر بھر
رہتی تھی فکر ہو نہ تہجّد ، اِدھر اُدھر

تھیں موصیہ ، لگن تھی تلاوت ہو روز ہی
آواز تھی پسند وہ جس میں ہو سوز بھی

یوں تو قصیدہ یاد تھا بچپن میں کر لیا
سن سن کے پھر درود سے دامن کو بھر لیا

گھر پیش کر دیا برا ئے مرکزِ نماز
رونق نمازیوں کی تھی ، ان کی خوشی کا راز

ہر ابتلا میں خود تو وہ سینہ سپر رہیں
راضی خدا سے تھیں کبھی شکوہ کیا نہیں

مولا نے مال کی تو نہیں ریل پیل دی
بچوں کے دل میں دیں کی محبّت انڈیل دی

لگتا امامِ وقت سے کرتی ہیں ایسا پیار
گر ان کے بس میں ہو تو دیں وہ جان اس پہ وار

اِخلاص ان کا دیکھ کے کرتے تھے رشک سب
پیاروں کے ذکر پر کبھی رُکتے تھے اشک کب

شرم و حیا کا ایک نمونہ تھیں شان دار
لیکن نڈر تھیں فخر تھا رہتی ہیں پردہ دار

بچوں کی تربیت کا ہمیشہ رہا خیال
کرتیں یہ شکر رب نے دیا خود ہی ان کو پال

جراءت سے زندگی سبھی اپنی گزار دی
ان کی دعا نے بچوں کی سیرت سنوار دی

بچوں کو ان کے صبر و سکینت بھی دے خدا
ان کے نمونے پر چلیں طاقت بھی دے خدا

ماہِ صیام میں ہوا ان کا وصال ہے
اب ان کی مغفرت کا خدا سے سوال ہے

رحمت کے سائے ان کو محبّت سے ڈھانپ لیں
ان کی فرشتے بڑھ کے بلائیں خود آپ لیں

ط طارق تھا ان کا تجھ سے تعلّق بھی کچھ سوا
خالہ کو اپنے قُرب میں رکھے سدا خدا

••••••••

نظم

محمدؐ کے دیں کی ہیں یہ ناصرات

وہ لڑکی تھی اک ، عام سے خدّ وخال
اداؤں سے کرتی تھی سب کو نہال

فقط اک خدا سے ہی ڈرتی تھی وہ
بس اک اپنی ماں پر ہی مرتی تھی وہ

عبادت کا اس کو بہت شوق تھا
کہ فطرت میں اعلیٰ بڑا ذوق تھا

محبّت تھی قرآن سے اس قدر
نظر آتے تھے اُس میں جیسے گہر

محمدؐ پہ تھی جان اس کی نثار
دیا جان و دل اس نے احمد پہ وار

خلافت کی شیدا وہ بچپن سے تھی
فدا اس پہ ہر پل رہی من سے تھی

ابھی عمر تو تھی فقط سات سال
تھی خواہش یہ دل میں کہ ہو باکمال

اسے فخر تھا اب ہے وہ ناصرہ
ہے مقصود اس کا خدا کی رضا

حسیں احمدیّت کی جو ہے لڑی
خلافت ہے مضبوط اس کی کڑی

ہے شان اس کی بیعت سے ہی تو بڑھی
ہوئی زیرِ شفقت اسی کے بڑی

خدایا عطا کر بہت ان کو پیار
بنے تیری آغوش ان کا حصار

عطا ہو انہیں جو ترا التفات
خدایا درخشاں ہو ان کی حیات

نظر سے نہ اوجھل کبھی ہو یہ بات
محمدؐ کے دیں کی ہیں یہ ناصرات

....

آزاد نظم

خزاں ہے لیکن، بہار آئے گی، آس رکھنا

قریب آنے نہ دینا اس کو
ہمیشہ دل سے جو دور رکھنا
تو، یاس رکھنا

بحال اپنے حواس رکھنا
بلند اپنا قیاس رکھنا
جو چاہتوں کی تُو پیاس رکھنا
تو الفتوں کی
گلاب جیسی تُو باس رکھنا

غموں کو اپنا تُو داس رکھنا
تُو مسکراہٹ لباس رکھنا
لبوں پہ ایسی مٹھاس رکھنا
محبّتوں کی اساس رکھنا

خوشی مقدّر میں ہے تمہارے
خوشی کے موسم کو راس رکھنا
کبھی نہ دل کو اداس رکھنا
نگاہ میں تُو سپاس رکھنا

دبا کے غصّہ، بھڑاس رکھنا
کہ صبر کا انعکاس رکھنا
پڑے جو مایوسیوں کا سایہ
تو یاد یہ اقتباس رکھنا

کسی کو جو آس پاس رکھنا
نظر کو جوہر شناس رکھنا
خدا کے آگے ہمیشہ جھک کر
دعامیں سب التماس رکھنا
کرے گا ہر آن جو حفاظت
یہ ایک نسخہ تو پاس رکھنا

بہار آئے گی، آس رکھنا
بہار آئے گی، آس رکھنا

••••••••

آزاد نظم

جواب دے دے تو میں ترا ہوں

تُو چاہتا ہے
میں تیری آنکھوں میں خواب بھر دوں
مجھے مگر تُو نے اپنی آنکھوں میں کب جگہ دی
ذرا بتا دے
تُو چاہتا ہے
میں تیرے خوابوں میں رنگ بھر دوں
مگر کبھی تو نے خواب دیکھے نہیں ہیں میرے

ہے تیری خواہش میں تیرے دل کو نہال کر دوں
مگر مجھے تُو نے اپنے دل میں بسایا کب تھا
کہ ساز بن کر میں دھڑکنوں میں سمایا کب تھا

کہ تیرے ہونٹوں نے میرا نغمہ بتادے اک بار گایا کب تھا
ترے لبوں پر کبھی مرا نام آیا کب تھا
ہاں اشک پلکوں پہ میری خاطر سجایا کب تھا

یہ میرا در کھٹکھٹایا کب تھا

جواب دے دے
تو میں ترا ہوں

••••••••

آزاد نظم

میں کیوں نہ سب کچھ اسے بتاؤں
گزرتے وقتوں کے تیز لمحے
گریز لمحے
خموش یہ سنگ ریز لمحے

سبق پڑھاتے ہیں آشنائی کا
اس خدا سے
میں جانتا ہی نہیں ہوں جس کو
مگر وہ اچھی طرح سے مجھ کو
ہر ایک پہلو سے جانتا ہے
مرا خدا ہے
اسی کے ہاتھوں سے میں بنا تھا
اسی نے تخلیق کی تھی میری

بنا کے ڈھانچہ کیا مکمل
پھر اس میں پھونکی تھی
روح اپنی
اسی لئے تو
کبھی کبھی سوچتا ہوں میں یہ
اگر نہیں وہ
تو کیسے میرا وجود اس کو
کبھی کبھی یوں پکارتا ہے
کہ جیسے اپنا بس اک وہی ہے
فقط وہی ہے
اگر ہے خالق
تو میرا معبود بھی وہی ہے
نہیں ہے معبود کوئی اس کے سوا کہیں بھی
تو کیوں کسی اور در پہ جا کر
میں سر جھکاؤں

میں اپنی کمزوریاں دکھاؤں

میں اپنی ناکامیاں بتاؤں

میں پھر سے ناکام لوٹ آؤں

میں کیوں نہ سب کچھ اسے بتاؤں

جو میرا مالک ہے مہرباں ہے

جہاں میں چاہوں

وہاں وہاں ہے

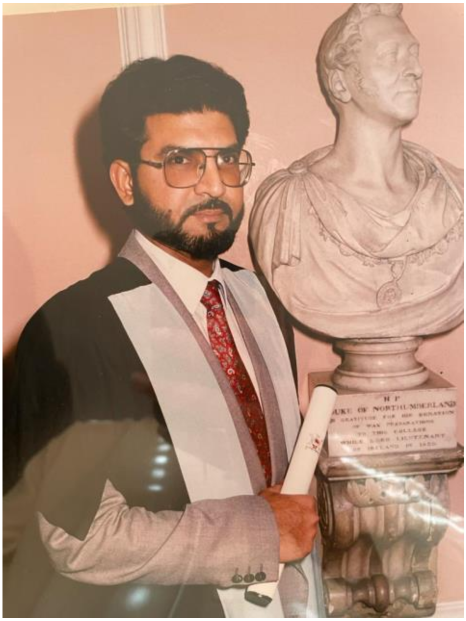
وہ دل کے اندر کہیں نہاں ہے

وہ دل کی دھڑکن میں بھی عیاں ہے

اسی کا مظہر یہ جسم و جاں ہے

اسی کا جلوہ یہ سب جہاں ہے

••••••••



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔ نومبر ۱۹۹۲

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور حال فیصل آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری سندھ آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔

باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِّ لباب 2۔ چاک دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ پیتم بن من سُونا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ ایک اور ایک گیارہ 11۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبّت 12۔ برشگالِ نور



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی
ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل
کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔
نومبر ۱۹۹۲

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور حال فیصل آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری سندھ آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔

باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِ لباب 2۔ چاک دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ چیتم بن من سُونا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ ایک اور ایک گیارہ 11۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبت 12۔ برشگالِ نور